شہادتِ حسنین

ترجمہ

سرّ الشہادتین

تصنیف:

خاتم المحدثین حضرت مولانا

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۹ھ)

ترجمہ

مولانا ریاض احمد صمدانی

ناشر: ادارہ محی الدین برطانیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

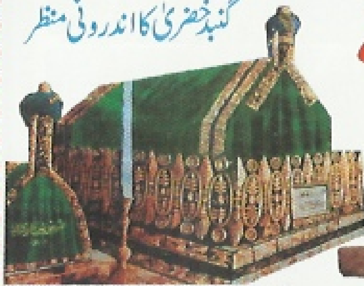
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ



عصائے مبارکہ

تبرکات مصطفیٰ

گنبد خضریٰ کا اندرونی منظر



تبان (گھٹنا) مبارک
منسوب بہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم



نعلین مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم



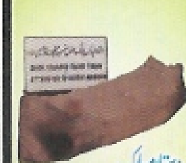








غلاف روضہ مبارکہ
حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ



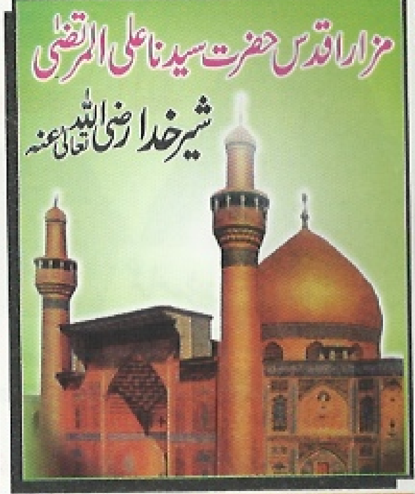
دستار مبارک
حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

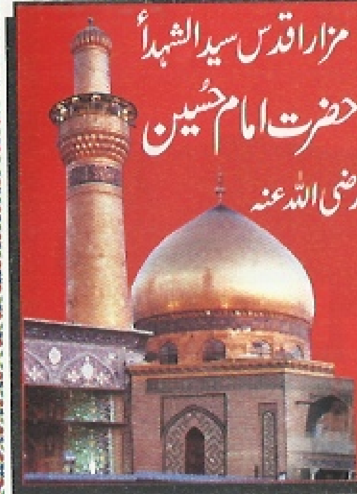


کلاہ مبارکہ
حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ



عمامہ شریف
حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ







جنت البقیع میں مزار اقدس ① سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ② سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ ③ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ ④ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ



شہادت کے بعد سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سرانور کو اس پتھر پر رکھا گیا سینکڑوں سال گزرنے کے باوجود خون مقدس کے نشان تازہ بتازہ اب بھی موجود ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتٌ ؕ (القرآن)

اور مت کہو راہ خدا کے شہیدوں کو مردہ

شہادتِ حسنین

ترجمہ

سِرّ الشہادتین

تصنیف:

خاتم المحدثین حضرت مولانا

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۹ھ)

ترجمہ: مولانا ریاض احمد صمدانی

خطیب مرکزی جامع مسجد نیوہیم ہائی سٹریٹ نارتھ برطانیہ۔

266-268 HIGH STREET NORTH E12 LONDON UK

نام کتاب .... شہادتِ حسنین ترجمہ

سر الشہادتین عربی

تصنیف .... شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

اُردو ترجمہ .... مولانا ریاض احمد صمدانی

تعداد ۱۰۰۰

پروف ریڈنگ .... محمد احمد صدیق ازہری

باراوّل، دوم .... ناشر: مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور

بارسوم .... محرم ۱۴۳۱ھ/جنوری ۲۰۱۰ء

باہتمام .... محمد احمد صدیق، حامد فاروق

کمپوزنگ .... محمد نوید رضوی، رضوی کمپوزنگ سنٹر

ادارہ رضائے مصطفےٰ چوک دارالسلام گوجرانوالہ پاکستان۔

ناشر: .... ادارہ محی الدین، برطانیہ

ملنے کا پتہ:

مرکزی جامع مسجد نیوہیم ہائی سٹریٹ نارتھ برطانیہ۔

266-268 HIGH STREET NORTH E12 LONDON UK

ادارہ رضائے مصطفےٰ چوک دارالسلام گوجرانوالہ پاکستان 055-4217986-0554005055

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علی رسولہ الرؤف الرحیم

پیش لفظ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۲۲۹ھ) کی شہرۂ آفاق کتاب "سرّ الشہادتین" دراصل حضرات حسنین کے صحیفۂ حیات کے صرف آخری باب شہادت پر لکھی گئی ہے۔ جس میں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کی شہادت کے اسرار و رموز' اور اس کے ظاہری و باطنی فلسفہ و حکمت پر بڑی محققانہ اور محدثانہ انداز سے گفتگو کی گئی ہے اور ان کی کتابِ زندگی کے بقیہ' ابواب پر تفصیلاً بحث نہیں کی گئی۔ آئندہ صفحات پر بندہ تبرکاً نہایت ہی اختصار کے ساتھ' حضرات حسنین کریمین کا ذکر جمیل ہدیہ قارئین کرتا ہے۔

کتاب کے آخر میں اہلسنّت کے مایہ ناز محقق حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مضمون "قاتلانِ اہل بیت کا عبرتناک انجام" اور راقم الحروف کے مضمون بھی شامل کتاب ہیں۔ رب کریم' شرفِ قبول سے نوازے اور اس "پُر خطا" کا وسیلہ نجات بنائے۔ آمین

بجاہ طٰہٰ و یٰسین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

ریاض احمد صمدانی غفرلہ ولوالدیہ

سیدنا حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کیا بات رضاؔ اس چمنستان کرم کی
زہرا ہیں کلی جس میں حسین اور حسن پھول

پارہ ہائے صحف غنچہائے قدس	اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام
آب تطہیر سے جس میں پودے جمے	اُس ریاض نجابت پہ لاکھوں سلام
اُن کی بالا شرافت پہ اعلیٰ درود	اُن کی والا سیادت پہ لاکھوں سلام

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ...... امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند اکبر...... مخدومۂ کائنات سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نورِ نظر اور امام الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے لخت جگر اور سبط انور ہیں۔ یعنی نواسۂ پیغمبر ہیں۔

حضرت امام حسن کی ولادت:

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ۱۵ رمضان المبارک ۳ھ میں ہوئی۔ آپ کا اسم گرامی نام نامی حسن (شبّر) خود رسول مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا۔ آپ کی پیدائش کے ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا گیا۔ آپ کے سر مبارک کے بال اُتارے گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ میرے بیٹے حسن کے سر کے اُترے ہوئے بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ میں غرباؤ مساکین کو دی جائے۔

جنتی نام:

حسن اور حسین دونوں ایسے نام ہیں جو عہد جاہلیت میں کبھی نہیں رکھے گئے اور نہ زمانہ جاہلیت میں کوئی ایسا فرد ملتا ہے جو ان ناموں کے ساتھ موسوم ہو۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں بحوالہ ابن سعد، عمران بن سلیمان کی روایت سے لکھا ہے کہ

حسن اور حسین دونوں اہل جنت کے نام ہیں۔ یہ نام قبل ازیں کسی کے نہیں رکھے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حسن اور حسین نام لوگوں کی سوچ اور فکر سے پوشیدہ رکھے۔ (تاریخ الخلفاء)

کنیت والقاب:

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو محمد اور سبط رسول اللہ، ریحان رسول اللہ القاب ہیں۔ تقی وسید اور آخر الخلفاء بھی آپ کو کہا جاتا ہے۔ آئمہ اہل بیت میں آپ امام دوم ہیں اور اہل کساء میں امام حسن پانچویں شخصیت ہیں۔ مزید برآں راکبِ دوش مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کا "عظیم اعزاز" بھی آپ کو حاصل ہے۔

فضائل ومناقب:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت امام حسن کے بارے دریافت فرمایا کہ

چھوٹا بچہ کہاں ہے؟ میرا بیٹا یہاں ہے؟ اتنے میں جناب حسن دوڑتے ہوئے آ گئے۔ آپ نے بڑے پیار سے اُن کو اُٹھا کر گلے لگا لیا اور وہ بھی آپ کے ساتھ لپٹ گئے۔ پھر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّهٗ۔

الٰہی! میں حسن سے محبت کرتا ہوں تو بھی میرے اس بیٹے حسن سے محبت فرما اور جو حسن سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرما۔ (بخاری و مسلم)

سیّد لقب:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اور حضرت امام حسن بھی آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے اور کبھی آپ حاضرین صحابہ کرام کو ملاحظہ فرماتے اور کبھی آپ امام حسن کی طرف محبت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے فرماتے ”میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ تعالیٰ میرے اس بیٹے کے ذریعہ سے مسلمانوں کی دو بڑی عظیم جماعتوں میں صلح کرائے گا“۔

(رواہ البخاری)

حسین منظر:

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک دن بڑا حسین منظر دیکھا کہ جناب حسن ابن علی، رسول مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوشِ مبارک پر بیٹھے تھے اور آپ یہ دُعا مانگ رہے تھے:

”الٰہی! میں حسن سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما“۔

(بخاری و مسلم)

گلشن رسالت کے دو پھول:

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

هُمَا رَيْحَانَيَّ مِنَ الدُّنْيَا۔

”حسن اور حسین دونوں میرے دنیا کے دو پھول ہیں“۔

(رواہ البخاری)

شبیہِ مصطفےٰ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت امام حسن ابن علی سب سے زیادہ شکل و شباہت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے اور حضرت امام حسین بھی حضور اقدس کے ہمشکل تھے۔ (رواہ البخاری)

جوانانِ خُلد کے سردار:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔

حسن اور حسین دونوں جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ (رواہ الترمذی)

اور یہ دونوں میرے دنیا میں دو پھول ہیں۔ (رواہ الترمذی)

حسنین، آغوشِ شاہِ ثقلین میں:

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے کسی کام کیلئے حاضر ہوا، حضور اقدس ﷺ کاشانۂ مبارک سے باہر تشریف لائے۔ آپ نے اپنی آغوشِ مبارک میں چادر کے اندر کچھ اُٹھایا ہوا تھا جب میں اپنی ضروری گذارش سے فارغ ہوا تو عرض گزار ہوا، یارسول اللہ ﷺ! آپ نے یہ گود میں کیا اُٹھایا ہوا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر مبارک ہٹائی۔ دیکھا تو جناب حسن اور حسین آپ کی گود میں جلوہ فرما تھے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں"۔

پھر آپ نے دعا مانگی:

"الٰہی! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔ اور اس شخص سے بھی محبت فرما جو ان سے محبت رکھتا ہے"۔ (رواہ الترمذی)

والاشان سواری اور سوار:

سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسے حضرت حسن کو اپنے نورانی کندھے پر اُٹھایا اور بٹھایا ہوا تھا۔ ایک آدمی نے یہ منظر دیکھ کر عرض کیا صاحبزادے حسن! بڑی عالی شان سواری پر سوار ہو تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا "سوار بھی تو بڑی شان والا ہے"۔ (رواہ الترمذی)

شرافتِ سادات:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک بار اپنی والدہ ماجدہ کی اجازت سے مغرب کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں صرف اس غرض کیلئے حاضر ہوئے کہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی اور اپنی والدہ ماجدہ کی بخشش و مغفرت کیلئے دعا کرائیں گے۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا اور آپ کے پیچھے مغرب کی نماز ادا کی، پھر عشاء کی نماز بھی ادا کی (مگر اپنا مدعا عرض کرنے کا موقع نہ ملا)۔ نماز عشاء کے بعد جب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانۂ اقدس کو جانے لگے تو میں بھی اپنا مدعا پیش کرنے کیلئے آپ کے پیچھے چل پڑا، حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آہٹ اور آواز سنی تو فرمایا یہ کون ہے؟ کیا حذیفہ ہے؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں میں حذیفہ ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ہی میرے دل کی تمنا اور مدعا کی حاجت روائی فرماتے ہوئے دریافت فرمایا:

مَا حَاجَتُكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَلِأُمِّكَ۔

تمہاری کیا حاجت ہے؟ اللہ تعالیٰ تمہاری اور تمہاری ماں کی مغفرت و بخشش فرمائے۔

اس کے بعد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ ایک فرشتہ میرے سامنے

حاضر ہے۔ جو آج رات کے سوا، پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا۔ اس نے اپنے رب تعالیٰ سے مجھے سلام کرنے اور مجھے یہ خوشخبری دینے کی اجازت طلب کی تھی کہ

بِاَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَنَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔

فاطمہ، اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین جنتی جوانوں کے سید و سردار ہیں"۔ (ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ)

ہُو بہ ہُو ہمشکلِ نبی:

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک دن نماز عصر پڑھ کر کہیں جا رہے تھے۔ آپ کے ہمراہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ راستہ میں آپ نے حضرت حسن کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تو آپ نے آگے بڑھ کر بڑے پیار سے آپ کو اُٹھا کر، اپنے کندھے پر بٹھالیا اور عرض کیا:

"حسن! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ تو ہو بہ ہو ہمشکلِ نبی ہو، شبیہ علی نہیں ہو"۔ حضرت علی المرتضیٰ یہ سن کر مسکرا دیئے۔ (رواہ البخاری)

عجیب سجدہ:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ "حضرت حسن رضی اللہ عنہ، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شکل و شباہت میں، سب سے زیادہ

مشابہت رکھتے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن سے بہت زیادہ محبت اور پیار فرماتے تھے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ رسول مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے سجدہ میں ہوتے تھے اور حضرت حسن، آپ کی گردن پاک یا پشت مبارک پر آکر بیٹھ جاتے تھے اور جب تک وہ خود نہیں اُترتے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو نہیں اتارتے تھے۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حالت رکوع میں ہیں اور حضرت حسن تشریف لائے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدمان مبارک کے اندر سے ہو کر دوسری طرف نکل گئے"۔ (تاریخ الخلفاء)

سیرتِ امام حسن:

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ (م ۹۱۱ ھ) نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "تاریخ الخلفاء" میں حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے بے شمار فضائل و مناقب، اخلاق و کردار، توکل و تحمل، جود و کرم، سخاوت و شجاعت، ریاضت و عبادت، ایسے مختلف پہلوؤں پر بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، بڑے ہی بُردبار، حلیم الطبع، عزت و عظمت والے پُروقار، صاحب جاہ و حشم تھے۔ آپ فتنہ و فساد، لڑائی جھگڑے اور خونریزی سے بڑی نفرت فرماتے تھے۔

آپ کا جود و کرم:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، جود و عطا اور سخاوت میں بڑی امتیازی اور

عظیم شان والے تھے‘ اکثر اوقات ایک ایک آدمی کو‘ ایک ایک لاکھ درہم عطا فرماتے۔آپ نے دو بار اپنا تمام مال و متاع‘ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا اور تین بار اپنا آدھا‘ آدھا مال‘ راہ خدا میں دے دیا......امام جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں‘ آپ کے احوال میں لکھا ہے کہ آپ نے پچیس حج پا پیادہ ادا کئے۔ حالانکہ بہترین قسم کی سواریاں گھوڑے اور اونٹ وغیرہ آپ کے ساتھ ہوتے تھے لیکن سفرِ حج میں آپ ان پر سوار نہ ہوتے اور اَدباً پاپیادہ سارا راستہ طے فرماتے۔

آپ کی بُردباری:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تحمّل و بردباری میں بے بدل تھے۔آپ اپنے مخالفین کے سب وشتم اور ان کی گستاخیوں کو خود اپنے سامنے‘ اپنے کانوں سے سنا کرتے تھے اور خاموش رہا کرتے تھے۔حاکمِ شہر مروان‘ آپ کا سخت مخالف تھا اور بھرے مجمع میں آپ کو بُرا بھلا کہا کرتا تھا......ایک بار مروان کے فرستادہ نے آپ کو اور آپ کے والد گرامی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بڑی دریدہ دہنی کے ساتھ‘ سب وشتم کیا‘ مروان کے فرستادہ کی گستاخیوں کو سن کر حضرت امام حسن نے بڑے تحمّل سے جواب دیا کہ:

”جاؤ! اپنے آقا سے کہہ دینا کہ تمہاری یہ باتیں مجھے یاد رہیں گی حالانکہ تمہیں یقین تھا کہ میں تمہاری گالیوں کے بدلہ میں‘ تم کو بھی گالیاں دوں گا لیکن میں صبر کرتا ہوں‘ قیامت کا روزِ حساب آنے والا ہے اگر تم سچے ہو تو‘ اللہ تعالیٰ

جزائے خیر دے گا اور اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ کا انتقام بڑا سخت ہے“۔

دشمن کا اِعتراف:

حضرت امام ابن عساکر لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں مروان نے جب از حد گریہ وزاری کا اظہار کیا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اب تو روتا ہے اور آپ کی زندگی میں تو نے ان کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا اور کیا کچھ نہیں کہا؟ یہ سن کر مروان نے پہاڑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ کو معلوم ہے‘ میں یہ ایسا اس شخص کے ساتھ کرتا تھا جو اس پہاڑ سے بھی زیادہ حلیم و بُردبار تھا۔(تاریخ الخلفاء)

حکومت و خلافت سے دست برداری:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد‘ چھ ماہ تک‘ خلافت و حکومت کے منصب پر فائز رہے۔اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے حامیوں کے درمیان جب میدان جنگ میں آمنا سامنا ہوا‘ تو آپ نے چند شرائط کے تحت باہمی صلح کر لی اور حضرت امام حسن نے خلافت حضرت امیر معاویہ کے سپرد کر دی۔اس طرح مخبرِ صادق حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ظاہر ہو گیا جو آپ نے فرمایا تھا کہ

”میرا یہ بیٹا حسن‘ سیّد ہے۔اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا“۔(رواہ البخاری)

خوفِ آخرت:

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جب وقتِ آخر، خوفِ آخرت سے وحشت وگھبراہٹ طاری ہوئی تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''بھائی حسن! اس قدر یہ خوف وگھبراہٹ کیوں کر ہے؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ جبکہ آپ رسول خدا کے پاس جارہے ہیں جو آپ کے نانا جان ہیں۔ اپنے والد حضرت علی کے پاس جارہے ہیں، اپنی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ، اپنے ماموں حضرت قاسم اور طاہر کے پاس جارہے ہیں اور اپنے چچا حضرت حمزہ اور حضرت جعفر کے پاس جارہے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا ''بھائی حسین! میں ایسی جگہ جارہا ہوں، جہاں اَب سے پہلے کبھی نہیں گیا تھا اور میں ایسی مخلوق دیکھ رہا ہوں جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا''۔

اہلِ کوفہ کے بارے پیشین گوئی:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''بھائی! رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد، خلافت کے منصب پر، حضرت ابوبکر وحضرت عمر فائز ہوئے۔ ان کے بعد مجلسِ شوریٰ کی طرف سے، حضرت عثمان خلیفہ بنائے گئے، ان کی شہادت کے بعد، حضرت علی، خلیفہ بنے تو پھر تلواریں نکل آئیں اور ہم نے خلافت کو چھوڑ دیا اور اَب معلوم ہو رہا ہے کہ بخدا، حکومت وخلافت ہمارے خاندان میں نہیں رہے گی اور مجھے یقین

ہے کہ بیوقوف کوفی تمہیں خلیفہ بنائیں گے لیکن پھر وہی تم کو کوفہ سے شہر بدر بھی کریں گے۔

آپ کی شہادت:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ اُن کی دونوں آنکھوں کے درمیان قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ لکھا ہوا ہے، جب آپ نے یہ خواب بیان کیا تو اہل بیت، بہت خوش ہوئے لیکن جب حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہما نے یہ خواب سنا تو انہوں نے کہا اگر یہ خواب سچا ہے تو آپ کی حیاتِ مبارکہ کے صرف چند روز باقی رہ گئے ہیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس خواب کے دیکھنے کے بعد، آپ چند روز بقیدِ حیات رہے اور پھر آپ زہر دے کر شہید کر دیئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

تاریخِ شہادت:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت، زہر خورانی سے ۵ ربیع الاوّل ۵۰ ہجری کو ۴۷ برس کی عمر شریف میں ہوئی۔ حضرت امام حسین نے بہت کوشش کی کہ امام حسن زہر دینے والے کی نشاندہی کر دیں لیکن آپ نے نام بتانے کی بجائے، یہ فرمایا کہ

''اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والا ہے، کوئی شخص محض میرے گمان کی بناء پر کیوں قتل ہو''۔ (تاریخ الخلفاء)

مدفنِ پاک:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں، اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، روضۂ مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کی خواہش کی تھی، جسے آپ نے منظور فرما کر اجازت دے دی تھی۔ آپ کے انتقال کے بعد، حسبِ وصیت، حضرت امام حسین نے دوبارہ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اجازت چاہی، آپ نے فرمایا اجازت ہے، لیکن مروان حاکم مدینہ منورہ سخت مانع ہوا۔ آخر کار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مصالحانہ مشورہ سے، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پہلو میں جنت البقیع میں آسودۂ لحد کر دیا گیا۔

سیدنا حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسین ابتداء ہے اسماعیل

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، آپ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے برادرِ اصغر، حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے نورِ نظر، سیدہ فاطمۃ الزہرہ کے لختِ جگر، امام الانبیاء، حضرت محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کے سبط انور ہیں۔ یعنی نواسۂ پیغمبر ہیں۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمْ

ولادت:

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ۵ شعبان ۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطلاع دی گئی، آپ سیدہ فاطمۃ الزہرا کے گھر تشریف لائے۔ مولودِ مسعود کو گود میں لیا، کانوں میں اذان و اقامت پڑھی، کھجور چبا کر، گھٹی دی، یعنی کھجور کو دندان مبارک سے نرم کر کے، اس کا نرم نرم امیزہ، انگشتِ مبارک کے ذریعہ سے امام حسین کو چٹایا۔ ولادت کے ساتویں روز، بطور عقیقہ کے دو مینڈھوں کو ذبح کر کے قربانی دی گئی اور سر مبارک کے بال اتروا کر، ان کے ہموزن چاندی صدقہ میں غریبوں کو دی گئی۔

نام نامی، اَلقاب گرامی:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے، حضرت جبریل علیہ السلام کی گذارش پر، اپنے پیارے نواسے کا نام نامی، اسم گرامی حسین (شبیر) رکھا، آپ کی کنیت مبارکہ، ابوعبداللہ، اَلقابِ گرامی، سبطِ رسول اللہ، ریحان رسول اللہ ہے۔

برادرِ اکبر، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرح، آپ کو بھی حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔

جنتی جوانوں کا سید و سردار

اور اپنا بیٹا اور فرزندِ دلبند فرمایا۔ اور دنیا میں اپنا شگفتہ و مہکتا پھول فرمایا۔ (بخاری ترمذی)

جگر گوشۂ مصطفےٰ:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ (عمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی زوجۂ پاک، حضرت اُمِ فضل بنتِ حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض گزار ہوئیں۔ یارسول اللہ! آج رات میں نے نہایت ہی خوفناک خواب دیکھا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، بتاؤ وہ کیسا خواب ہے؟ عرض کرتی ہیں، وہ خواب بہت ہی سخت اور ہیبت ناک ہے جسے بیان کرنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

آخر بتاؤ تو سہی وہ کیسا خواب ہے؟ حضرت اُمِ فضل عرض کرتی ہیں یارسول اللہ! میں نے خواب میں یہ ہیبت ناک منظر دیکھا ہے کہ آپ کے جسم پاک کا ایک ٹکڑا کاٹ کر، میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔ یہ خواب، سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو بڑا اچھا اور مبارک خواب ہے، اس کی تعبیر یہ ہے کہ:

تَلِدُ فَاطِمَۃُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ غُلَامًا یَکُوْنُ فِیْ حِجْرِكِ فَوَلَدَتْ فَاطِمَۃُ الْحُسَیْنَ۔

میری بیٹی فاطمہ کے ہاں انشاء اللہ بیٹا پیدا ہوگا جو آپ کی گود میں پرورش پائے گا، چنانچہ (اس خواب کے کچھ دنوں بعد) حضرت فاطمہ کے ہاں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔

حضرت اُمِ فضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ”حضرت امام حسین ولادت کے بعد، میری ہی گود میں پرورش پاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے میرے خواب کی تعبیر فرمائی تھی ویسے ہی ہوا“۔ (بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ)

مناقب امام حسین احادیث کی روشنی میں:

حضرت سعد بن ابووقاص رضی اللہ عنہ، روایت فرماتے ہیں کہ جب ”آیت مباہلہ“ نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ آل عمران آیت ٦١) نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسن و حسین کو بلایا اور ان کو سامنے رکھ کر یہ دعا کی؛

اَللّٰھُمَّ ھٰٓؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ ۔

''یا اللہ! یہ بھی میرے اہل بیت ہیں'' (صحیح مسلم)

چادرِ مصطفےٰ میں:

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ ایک دن، صبح کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، کالے رنگ کی گرم چادر اوڑھے ہوئے تھے کہ اتنے میں، حضرت حسن و حسین اور حضرت فاطمہ و علی تشریف لے آئے، آپ نے ان سب کو چادر مبارک میں لے کر ''اس آیت تطہیر'' کی تلاوت فرمائی:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ۔

اے نبی کے گھر والو! اللہ تم سے نجاست و آلائش دور کر کے تمہیں اچھی طرح پاک فرمانا چاہتا ہے۔ (صحیح مسلم)

مصطفےٰ اور اہل کسا:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و فاطمہ اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق ارشاد فرمایا:

میری اس سے لڑائی ہے جو ان سے لڑے، اور میری اس سے صلح ہے جو ان سے صلح کرے۔ (ترمذی)

بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مخاصمت و مشاجرت ہوئی تھی وہ ''عداوت و محاربت'' کی بناء پر نہ تھی، بلکہ ''اجتہاد'' کی بناء پر تھی۔ اسی لئے پھر ان کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صلح ہوگئی۔ جیسے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، سے صلح کر لی، بلکہ اپنی خلافت و حکومت بھی ان کے حوالہ کر دی۔

حسنین کی خاطر:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پاک پر ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اسی دوران، حضرت حسن اور حسین دونوں بھائی سرخ رنگ کی قمیصیں، پہنے مسجد نبوی میں آ گئے اور چلتے ہوئے کمسنی کے باعث، گرتے، اُٹھتے اور لڑکھڑاتے تھے۔ یہ کیفیت دیکھ کر، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ چھوڑ کر، منبر سے اُترے اور دونوں کو بڑے پیار سے اُٹھا کر، اپنے پاس بٹھا لیا، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی برحق ہے کہ ''تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو ایک آزمائش ہے''۔ میں نے ان دو بچوں کو دیکھا کہ چلتے ہوئے گرتے ہیں، تو صبر نہ کر سکا اور اپنی بات اور خطبہ کو بند کر کے منبر سے نیچے اتر کر ان کو اُٹھا لیا''۔

(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ)

حُسَیْنٌ مِّنِّیْ:

حضرت یعلیٰ بن مرّہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حُسَیْنٌ مِّنِّیْ وَاَنَا مِنْ حُسَیْنٍ اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا حُسَیْنٌ سِبْطٌ مِّنَ الْاَسْبَاطِ۔ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ)

حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں، یعنی ہم دونوں کی محبت ایک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت فرمائے جو حسین سے محبت رکھے، حسین میرے نواسہ اور سبط ہیں۔

سیرتِ امام الشہداء:

شہید کربلا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سیرت وصورت، گفتار وکردار، ریاضت ومجاہدہ، زہد وتقویٰ اور لب ولہجہ، میں اپنے نانا جان، پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت وسیرت کا مجسم پیکر تھے۔ آپ نے آغوشِ نبوّت میں پرورش پائی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس سبط عالی، نواسہ نورانی کی بڑے ہی اہتمام سے، انتہائی خصوصی تربیت فرمائی۔ علم وحکمت اور نبوت ورسالت کے ظاہری وباطنی، علوم ومعارف سے، مالا مال فرمایا تھا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، کو حضرت امام حسین، سے حضرت امام حسن کی طرح بہت ہی محبت تھی۔ انہیں دیکھنے، سیدہ فاطمۃ الزہرا کے گھر روزانہ تشریف لے جاتے، گود مبارک میں لیتے، سینے سے لگاتے، پیار فرماتے، چومتے، کبھی اپنی زبان مبارک انہیں چوساتے، انہیں پھول کی طرح سونگھتے، خطبہ چھوڑ کر، اُن کی

خاطر آپ منبر سے، اُتر آتے اٹھا کر اپنے پاس منبر پر بٹھاتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے سجدہ میں ہوتے، حسین آپ کی پشتِ انور پر آبیٹھتے، حضور اُن کیلئے سجدہ کو لمبا فرمادیتے، حسین، شکل وشباہت میں، ہمشکلِ رسول اللہ تھے۔ بخاری شریف میں ہے حضرت حسن، سر سے، سینہ تک اور حضرت حسین سینے سے، تا قدم شبیہ مصطفےٰ تھے۔ امام اہلسنّت نے اس حقیقت کی بڑی خوبصورت منظر کشی فرمائی ہے۔

آپ لکھتے ہیں:

معدوم نہ تھا سایۂ شاہِ ثقلین
تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کیے
اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذاتِ حسنین
آدھے سے حسن بنے، آدھے سے حسین

شہادت کی خبر:

حضرت اُمِ فضل رضی اللہ عنہا، جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی چچی ہیں۔ حضرت امام حسین کا بچپن، روزِ اوّل سے ہی اپنی والدہ ماجدہ فاطمۃ الزہرا کی آغوشِ پاک کے بعد زیادہ عرصہ، آپ ہی کی گود مبارک میں گزرتا ہے۔ آپ فرماتی ہیں:

ایک روز میں ننھے بیٹے حسین کو گود میں اُٹھائے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور امام حسین کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گود مبارک میں رکھ دیا اور آپ بیٹے حسین سے پیار ومحبت کا اظہار فرمانے لگے۔ تھوڑی

دیر کے بعد میں کیا دیکھتی ہوں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمانِ مبارک اَشکبار ہیں آنسوؤں کی برسات لگی ہے۔ میں نے عرض کیا حضور! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ کیا ماجرا ہے؟ آپ کیوں اَشکبار اور غمناک ہیں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''میرے پاس ابھی ابھی حضرت جبریل علیہ السلام آئے تھے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ میری اُمت، میرے اس بیٹے کو شہید کردے گی''۔ میں نے گھبرا کر عرض کیا: حضور! کیا، اس پیارے بچے حسین کو، اُمت شہید کرے گی؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''ہاں اسی میرے بیٹے حسین کو میرے بعد، میری اُمت شہید کردے گی۔ یہ دیکھو جبریل علیہ السلام نے مجھے اس جگہ یعنی حسین کے مقتل کی سرخ رنگ مٹی بھی لا کر دی ہے''۔

(بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

داستانِ حرم کی ابتداء وانتہا:

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آٹھ برس کی عمر تک اپنے نانا جان امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سایۂ شفقت ورحمت سے مستفیض ہونے کی سعادت ملی، پھر خلفاء راشدین حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان غنی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے ۲۴ سالہ ادوارِ خلافت میں آپ مدینہ منورہ میں ہی رہے اور اپنے والد گرامی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آغوشِ ولایت میں بابِ مدینۃ العلم سے فیض یاب ہوتے رہے۔

ماہ ذوالحجہ ۳۵ھ میں امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد، جب امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز ہوا، تو حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں بھائی مدینہ منورہ سے اپنے والد گرامی حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دار الخلافہ کوفہ منتقل ہوگئے۔

۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ میں امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد، جب آپ کے بھائی حضرت امام حسن مجتبیٰ، جانشینِ خلافتِ مرتضوی بنے تو حضرت امام حسین بھی اس عرصہ میں امیر المومنین حضرت امام حسن کے ساتھ آپ کے دستِ راست، اور مشیر خاص کی حیثیت سے کوفہ میں ہی رہے۔

پھر آپ کے برادر اکبر، امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ''منصبِ خلافت'' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سپرد کرنے کے بعد، کوفہ سے مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو آپ بھی ان کے ہمراہ مدینہ منتقل ہوگئے اور پھر عرصہ بیس برس، رجب ۶۰ ہجری تک، اہل مدینہ منورہ نواسۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار اور ان کے ظاہری وباطنی فیوض وبرکات سے بہرہ یاب ہوتے رہے۔ یہ بیس سالہ دور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت وامارت تھا جو آپ نے بڑے اطمینان اور سکون قلبی کے ساتھ اپنے نانا پاک کے شہر پاک میں بسر فرمایا۔

لیکن ۲۲ رجب ۶۰ ہجری میں جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد یزید برسرِ اقتدار رہا اور مدینہ منورہ میں اس کی بیعت لینے کا سلسلہ چلا، تو آپ یزید کی بیعت کو برملا مسترد کرکے شب معراج ۲۷ رجب ۶۰ ہجری کو ''حرم مدینہ منورہ'' سے ''حرم مکہ مکرمہ'' اپنے اہل وعیال سمیت منتقل ہوگئے۔

کتب تواریخ میں آپ کے مکہ شریف، ورودِ مسعود کی تاریخ ۳/ ۵ شعبان ۶۰ ہجری ملتی ہے۔

جب کوفیوں کو، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مکہ معظمہ آنے کی خبر ملی تو انہوں نے آپ کو کوفہ تشریف لانے کی دعوت پر مشتمل خطوط لکھنے شروع کیے، جن کی تعداد صدہا تک مورخین نے لکھی ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے حالات کی تحقیق و تصدیق کیلئے اپنے چچازاد بھائی حضرت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا۔ ابتداً بڑی تعداد میں کوفیوں نے حضرت امام مسلم کے ہاتھ پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ اس بناء پر آپ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو اہل کوفہ کی وفاداری پر مبنی خط لکھدیا۔

مگر کوفہ کے نئے گورنر ابن زیاد نے بصرہ سے آکر کوفیوں کو ڈرا دھمکا کر، حضرت امام مسلم کی حمایت سے منحرف کردیا۔ اس طرح آپ کو تنہا کر کے شہید کردیا۔

ادھر اسی روز، جس دن حضرت امام مسلم کو شہید کیا جاتا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت امام مسلم کی طرف سے کوفیوں کی بیعت کر لینے کی اطلاع ملنے پر، مکہ مکرمہ سے کوفہ روانگی فرماتے ہیں اور براستہ تنعیم قادسیہ، حاجز اور قصرِ بنی مقاتل وغیرھا، سید الشہداء کا یہ عظیم المرتبت قافلۂ تسلیم و رضا، طویل مسافت طے کرتے ہوئے ۲ محرم ۶۱ ہجری کو ریگزارِ کرب و بلا پر خیمہ زن ہوتا ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اثنائے سفر میں ہی کوفیوں کی بے وفائی اور اپنے چچازاد برادرِ معظم حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبرِ غم مل گئی

تھی۔ نیز ایک ہزار کوفی یزیدیوں کے فوجی دستہ نے بھی آپ کو اپنے گھیرے اور محاصرہ میں لے لیا تھا۔ ان دگرگوں حالات کے پیش نظر حضرت امام نے واپسی کا ارادہ کیا۔ کربلا میں یزیدی افواج کے سالار ابن سعد کے استفسار پر آپ نے فرمایا:

"تمہارے شہر کے باشندوں نے ہی مجھے بے شمار خطوط لکھے اور بڑے اصرار کے ساتھ مجھے کوفہ بلایا۔ اب اگر میرا آنا پسند نہیں تو مجھے واپس جانے دو"۔

اس طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جنگ سے اجتناب کی حتی الامکان کوششیں فرمائیں، اس تجویز کو ابن سعد نے پسند کرتے ہوئے، ابن زیاد کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی واپسی کی تجویز پر عمل کرنے کی سفارش کی مگر شمر ذی الجوشن کے اُکسانے پر بات مقابلہ تک جا پہنچی۔

بالآخر سات محرم بروز منگل یزیدیوں نے اہل بیت کا پانی بند کردیا، اور نہر فرات پر پہرہ لگا دیا۔ تین روز کی پانی کی بندش کے بعد، چوتھے روز جمعۃ المبارک کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ابن زیاد کی بائیس ہزار مسلح یزیدی فوج کے گھیرے میں مردانہ وار لڑتے ہوئے، اپنے بہتر جاں نثاروں کے ساتھ جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ۝

ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور ہم سب کو اسی کی بارگاہ میں جانا ہے۔

شہداءِ اہل بیت:

مشہور مورخ ابن خلدون (م ۸۰۸ھ) نے شہدائے اہل بیت کی تعداد سترہ (۱۷) لکھی ہے لیکن دوسری کتبِ تواریخ میں ۲۲/۲۳ تک آئی ہے، جن کے

اسماء گرامی یہ ہیں:

حضرت عباسؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عبداللہؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت محمدؓ حضرت ابوبکرؓ فرزندانِ حضرت علی المرتضیٰ (امام حسین کے سوتیلے بھائی) حضرت علی اصغرؓ، حضرت عبداللہؓ، پسرانِ امام حسینؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت قاسمؓ، حضرت عبداللہؓ حضرت عمرؓ، فرزندانِ امام حسنؓ، حضرت عونؓ، حضرت محمدؓ، پسرانِ حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ، حضرت عبداللہ (حضرت امام مسلم) فرزندان حضرت عقیل بن ابوطالبؓ، حضرت عبداللہ بن امام مسلمؓ، حضرت محمد بن ابوسعید بن عقیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

ابن خلدون نے شہداء کربلا کے ان سروں کی تعداد ۳۳ لکھی ہے جو ابن زیاد کے دربار میں پیش کیے گئے لیکن امام طبری (م ۳۱۰ ھ) نے تاریخ طبری میں تمام شہداء کربلا کے بہتر (۷۲) سروں کا ابن زیاد کے دربار کوفہ میں پیش کیا جانا لکھا ہے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، کو کربلا میں شہید کیا گیا، آپ کی شہادت کی داستان بہت ہی طویل، کربناک اور دلگداز ہے جس کو لکھنے اور سننے کی دل میں طاقت نہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ عراق اور کوفہ کے لوگوں کے پیہم تقاضوں اور خطوط کے باعث عراق روانہ ہوئے تھے۔ یزید کے حکم پر، والیٔ عراق ابن زیاد نے چار ہزار مسلح کوفی لشکر، ابن سعد کی سرکردگی میں آپ کے مقابلہ کیلئے روانہ کیا۔ اہل کوفہ اپنی پرانی عادت کے مطابق، اسی طرح جیسا کہ انہوں نے حضرت علی اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہما کے

ساتھ کیا تھا، آپ کو بھی بے یارومددگار چھوڑ کر چل دیئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جنگ اور خونریزی سے بچنے کی بڑی کوشش کی لیکن ابن سعد نے آپ کی کوئی بات بھی نہ مانی اور آپ کو آپ کے ساتھیوں سمیت شہید کر دیا اور آپ کا سر مبارک ایک طشت میں رکھ کر ابن زیاد کے سامنے پیش کیا۔ اس کے بعد، حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''ابن زیاد، یزید اور امام حسین کے قاتل، ان تینوں پر اللہ کی لعنت ہو''۔

جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے بہتر (۷۲) ساتھی شہید ہو گئے تو ابن سعد، نے ان کے سر کاٹ کر، ابن زیاد کو بھیج دیئے اور ابن زیاد نے اُن تمام شہداء کے سروں کو یزید کے پاس (دمشق) بھیج دیا۔ (تاریخ الخلفاء)

شہداء کربلا کی تجہیز و تکفین:

معرکۂ کربلا کے بعد، جب یزیدی اہل بیت کی محترم خواتین، بچوں اور بیماروں کو قیدی بنا کر، ابن زیاد کے پاس کوفہ لے گئے تو اس سانحہ کے تیسرے دن وہاں سے قریب ایک بستی غاضریہ کے باشندوں نے آ کر، شہداء کے سر بریدہ مقدس لاشوں کو وہیں کربلا میں دفن کیا، جہاں آج سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزارِ پاک پر نہایت عالی شان گنبد بنا ہے۔

مدفن امام حسین اور مدفن سرِ اقدس:

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، کے سیرت نگار اس پر تو متفق ہیں

کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر بُریدہ جسدِ انور، کربلا، نجف اشرف (عراق) میں دفن ہے لیکن آپ کا "سرِ اقدس" کہاں دفن ہے؟...... اس کے بارے مختلف روایات بیان کی جاتی ہیں۔ اُن میں تین روایات زیادہ مشہور ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:

پہلی روایت یہ ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک، ملک شام، میں دمشق کی جامع مسجد امویہ کے ایک گوشہ میں دفن ہے۔ کیونکہ ابن زیاد نے آپ کے سرِ اقدس کو یزید کے پاس دمشق میں بھیج دیا تھا۔ چنانچہ مذکورہ مسجد جامع اموی میں زیارت گاہ 'رأس حسین' کے نام سے ایک مقام مشہور ہے اور لوگ وہاں اس مقام کی زیارت کیلئے حاضری دیتے ہیں۔

دوسری روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ کا "سر مبارک" مدینہ منورہ، جنت البقیع میں قبۂ اہل بیت کے اندر دفن ہے۔ اس لئے کہ اہل بیت کا مقدس قافلہ جب دمشق سے صحابی رسول حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں، مدینہ منورہ کو روانہ کیا گیا تھا تو اہل بیت خود آپ کے سرِ اقدس کو اپنے ساتھ ہی لائے تھے اور جنت البقیع میں دفن کیا تھا۔ (سرِ الشہادتین)

تیسری روایت یہ ہے اور یہ بہت ہی مشہور و معروف روایت ہے کہ آپ کا "سر اقدس" قاہرہ مصر، میں دفن ہے اور وہاں مصر کی مشہور عالم یونیورسٹی جامعہ الازہر کے سامنے الحسین گراؤنڈ کے قریب "جامع مسجد الحسین" کے ایک گوشہ میں دفن ہے۔ جس پر خوبصورت عمارت بنی ہے اور لوگ "روضۂ رأسِ امام حسین"

کی زیارت کیلئے جوق در جوق آتے ہیں۔ مصر کے ارباب علم و فضل بھی اور جملہ اصحابِ کشف و بصیرت مشائخ کرام، اور وہاں کے عوام و خواص، سبھی بڑے وثوق و اعتماد کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ اقدس یہیں دفن ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

حالاتِ مصنف

۱۱۵۹ھ.......۱۲۳۹ھ

برصغیر پاک و ہند میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز کی دینی اور علمی خدمات محتاج تعارف نہیں۔ رئیس المحدثین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ الباری آپ کے ہی سب سے بڑے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ کی ولادت دہلی میں ۱۱۵۹ھ میں ہوئی۔ تاریخی نام ''غلام حلیم'' رکھا گیا۔ آپ کا شجرۂ نسب چونتیس (۳۴) واسطوں سے خلیفۂ دوم امیر المومنین حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ العزیز نے تمام علوم ظاہری و باطنی اپنے والد گرامی سے حاصل کئے۔ نہایت مختصر عمر میں تمام علوم عقلیہ ونقلیہ پر عبور حاصل کر لیا۔ آپ کی یادداشت اور قوتِ حافظہ نہایت قوی تھی۔ صحاح ستہ یعنی صحیح بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور جامع ترمذی آپ کو ازبر تھیں۔ تعبیرِ رویا میں یگانہ روزگار تھے اور اپنے وقت کے لاجواب خطیب تھے۔ آپ کے وعظ بڑے پُرتاثیر اور مدلل ہوتے تھے۔ دور دراز سے لوگ جوق در جوق آپ کے مواعظ سننے آتے۔ آپ بھی شب و روز درس و تدریس، وعظ و تبلیغ کے ذریعے لوگوں کی ظاہری و باطنی اصلاح میں مشغول و مصروف رہتے۔ لوگ اپنے مقدمات نکاح وغیرہ دیگر ضروریاتِ دینی و دنیاوی میں آپ کی طرف رجوع کرتے۔ آپ نہایت حکیمانہ اور مشفقانہ انداز سے

ان کی تسلی و تشفی فرماتے اور ان کے تنازعات کا فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔

ہندوستان میں اس وقت برطانیہ کی عملداری تھی، پورے ملک پر نصاریٰ مسلط تھے۔ عیسائی، پادری اور منّاد سادہ لوح مسلم عوام کو اسلام سے برگشتہ کرنے کیلئے ہر کوشش بروئے کار لاتے اور اسلام کے متعلق دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرتے۔ شاہ صاحب نے عیسائی پروپیگنڈا کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور پادریوں کے پیدا کردہ شکوک وشبہات کا مسکت جواب دیا۔ عیسائی چونکہ کھل کر اسلام کا سامنا نہیں کر سکتے اس لئے وہ خانہ ساز عقلی اور منطقی موشگافیوں سے الجھاؤ پیدا کرنے کی مذموم کوشش کرتے۔ حضرت موصوف بھی اپنی خداداد ذہانت و فطانت سے ان کو ایسا دندان شکن جواب دیتے کہ مدمقابل مبہوت ہو جاتے اور اکثر قائل معقول ہو کر حلقۂ بگوشِ اسلام ہو جاتے تھے۔

چنانچہ یہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار آپ جامع مسجد دہلی میں وعظ فرما رہے تھے کہ ایک انگریز گورا مسجد میں داخل ہوا، جس کو عربی و فارسی زبان پر کافی عبور تھا۔ آتے ہی کہنے لگا میرا ایک سوال ہے اس کا جواب عنایت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا پوچھو، انگریز نے فارسی کا یہ شعر پڑھا:

؎ کسے بگفت عیسیٰ ز مصطفٰے اعلیٰ است
کہ ایں بزیر زمیں دفن و آں براوجِ سما است

انگریز کہنے لگا اس شعر سے عیسیٰ علیہ السلام کی محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر فوقیت و

برتری ثابت ہوتی ہے کیونکہ وہ آسمان پر جلوہ فرما ہیں اور تمہارے نبی زیر زمین دفن ہیں۔ شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ العزیز نے برجستہ اس کے جواب میں یہ شعر پڑھا:

بگفتمش کہ نہ ایں جواب قوی باشد
حُباب برسرِ آب و گہر تہہ دریا است

جس کا معنی یہ ہے کہ تمہاری یہ دلیل قوی نہیں۔ حباب (بلبلہ) پانی کے اوپر ہوتا ہے اور موتی پانی کی تہہ میں ہوتا ہے۔ کہتے ہیں وہ انگریز آپ کے اس برمحل جواب کو سن کر تڑپ اُٹھا اور کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔

شاہ صاحب نے تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی گرانقدر علمی وتحقیقی خدمات سرانجام دیں ہیں۔ تفسیر عزیزی (فتح العزیز) کے نام سے سورۃ البقرہ اور آخری دو پاروں کی آپ نے منفرد تفسیر لکھی۔ تحفہ اثنا عشریہ آپ کی ایک شہرۂ آفاق تصنیف ہے، جس میں آپ نے شیعوں کے مزعومات کا ایسا تحقیقی ابطال فرمایا ہے کہ شیعہ آج تک اس کے جواب سے عہدہ برآ نہیں ہوسکے۔ محدثین کرام جنھوں نے اپنی زندگیاں احادیث نبوی کی تدوین وترتیب اور چھان پھٹک میں صرف کر دیں، ان کے حالات، تحقیق وتدقیق کے عظیم کارناموں اور ان کی شاہکار تصانیف کے تعارف میں ”بستان المحدثین“ کے نام سے ایک کتاب لکھی جو آپ کی محدثانہ بصیرت کا واضح ثبوت ہے۔ شہادت امامین پر زیرنظر رسالہ ”سرُّ الشہادتین“ رقم فرمایا، جس میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی شہادت پر محققانہ اور محدثانہ انداز میں

احادیث وروایات کی روشنی میں تبصرہ فرمایا ہے۔ الغرض آپ کا خانوادہ علم وفضل کا ایک ایسا سرچشمہ ہے، جس سے ایک دنیا فیضیاب وسیراب ہورہی ہے۔ علم حدیث، فقہ وتفسیر کی خدمات، جس قدر اس خانوادہ نے انجام دیں، وہ اسی کا حصہ ہے۔

اس حقیقت سے مجال انکار نہیں کہ عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اُمت مسلمہ کا سرمایۂ ایمان ہے۔ یہی سرمایۂ گراں مایہ فرزندان اسلام کی سعادتِ دنیا و آخرت کا ذریعہ ہے، اسی کی بدولت نبی عربی کی اُمت فاتح اور عالمگیر قوت بن کر اُبھری۔ سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کے ساتھ شاہ صاحب کو جو والہانہ عشق اور محبت وعقیدت تھی، اس کا اندازہ کرنے کیلئے ان کی وہ مشہور رباعی کافی ہے (جو آپ نے تفسیر قرآن میں درج فرمائی ہے) جو ہر عاشق جمال مصطفوی کی وردِ زباں ہے۔ آپ دہلی میں بیٹھے بظاہر ہزاروں میل دور گنبد خضریٰ کے مکیں نبی رحمۃ للعالمین ﷺ کے حضور بڑی والہیت سے بصیغۂ خطاب عرض پرداز ہیں:

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرْ
مِنْ وَّجْهِكَ الْمُنِيْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرْ
لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

گردشِ لیل ونہار کی ستم ظریفی آج اگر کوئی مسلمان شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی علیہ الرحمۃ کے الفاظ وانداز میں بارگاہِ رسالت میں بصیغۂ خطاب درود وسلام پیش کرتا

ہے تو بعض حلقے اس کو کشتنی اور مشرک گردانتے ہیں بلکہ اس طریق کو مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ (وصال ۱۳۴۰ھ) کی طرف منسوب کر کے "بدعت" قرار دیا جاتا ہے حالانکہ بارگاہِ رسالت میں ان الفاظ میں درود و سلام پیش کرنا خیر القرون، آئمہ اسلام اور علماء و اولیاء سلف سے ثابت ہے۔

دور کی بات نہیں یہی رئیس المحدثین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز (جن کا وصال مولانا شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کی پیدائش سے بھی ۴۳ سال قبل ہوا) اپنی تفسیر قرآن فتح العزیز میں علم نبوت کی وسعت کے بارے زیرِ آیت وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا۔ کے رقمطراز ہیں:

زیرا کہ او (رسول علیہ السلام)، مطلع است بر دین ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقتِ ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است، کدام است پس او می شناسد گناہانِ شمار او درجات ایمان شمار او اعمال بد و نیکِ شمار او اخلاص و نفاقِ شمار الہٰذا شہادتِ او در دنیا بحکم شرع در حق اُمت مقبول و واجب العمل است

(فتح العزیز پارہ دوم)

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نورِ نبوت کے ذریعے ہر ایک دیندار کے دین سے آگاہ ہیں کہ وہ میرے دین کے کس درجہ میں ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ کون سا حجاب اس کی ترقی درجات میں

مانع ہے۔ پس حضور علیہ السلام تمہارے گناہوں، درجاتِ ایمان، تمہارے نیک و بد اعمال اور تمہارے اخلاص و نفاق کو جانتے پہچانتے ہیں۔ لہٰذا ان کی گواہی دنیا میں اُمت کے حق میں بحکمِ شرع قبول اور واجب العمل ہے۔

شاہ صاحب صرف ایک تبحر عالم دین، مفسر قرآن اور قابل اعتماد مصنف اور محدث ہی نہ تھے بلکہ اپنے وقت کے مرجع خواص و عوام صاحبِ کرامت بزرگ اور ایک عظیم ولی اللہ بھی تھے۔ آپ کے روحانی کمالات، مکاشفات، کرامات اور باطنی تصرفات پر ایک مستقل کتاب "کمالاتِ عزیزی" (شاہ صاحب کے یہ مختصر حالات زیادہ تر اسی کتاب سے ماخوذ ہیں) کے نام سے موجود ہے۔ ان تمام علوم ظاہری و باطنی میں جو کمال اور ثقاہت آپ کو حاصل ہے اس کی نظیر شاید و باید۔ یہی وجہ ہے کہ کسی مسئلہ کا آپ کی طرف منسوب ہو جانا ہی اس کے قابل اعتماد و حجت ہونے کی علامت ہے۔

بالآخر ستر سال کی عمر میں یہ آفتاب علم و فضل دہلی کی سرزمین میں غروب ہو گیا۔ وفات سے چند روز پہلے انتہائی کمزوری اور سخت علالت و نقاہت کے باوجود آپ نے وعظ فرمایا جو آپ کا الوداعی وعظ تھا۔ آپ کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ شہر سے باہر ادا کی گئی۔ زائرین کا اس قدر ہجوم تھا کہ آپ کی نماز جنازہ کئی بار پڑھی گئی۔

اس عظیم محدث بلند پایہ مفسر قرآن اور وارثِ علم نبوت نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ دین اسلام کی خدمت میں صرف کیا۔ آج پاک و ہند کے مدارسِ دینیہ میں قَالَ اللّٰہُ قَالَ الرَّسُوْلُ کی دلنواز گونج ان ہی کی شبانہ روز کاوش کا ثمرہ ہے، جس قدر یگانۂ روزگار علماء وفضلا آپ کی درسگاہ نے پیدا کیے ہیں۔ اس کی مثال بہت کم ہی کہیں ملے گی، علامہ فضل حق خیر آبادی کے نام سے تاریخ کا ہر طالب علم واقف ہے ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی کا یہ عظیم مجاہد آپ ہی کے فیضانِ نظر کا تربیت یافتہ ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے تلامذہ کی ایک طویل فہرست ہے جو اپنے پیچھے آپ نے یادگار چھوڑی۔ نیز آپ کی تصانیف ہمیشہ کاروانِ شوق کیلئے مشعل راہ رہیں گی۔

ع...... خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت

معروف شاعر حکیم مومن خاں دہلوی نے درج ذیل اشعار میں آپ کی تاریخ وفات کہی ہے:

مجلس درد آفرین تعزیت میں، میں بھی تھا
جب پڑھی تاریخ مومن، نے یہ آکر بے بدل
دست بے دادِ اجل سے بے سروپا ہو گئے
فقر و دین، فضل و ہنر، لطف و کرم، علم وعمل

....

۲۹ ھ ۲۱

ریاض احمد صمدانی غفرلہ ولوالدیہ

حامداً بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ومصلیاً

آغازِ کتاب سرّ الشہادتین

وہ تمام کمالات اور خوبیاں جو علیحدہ علیحدہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام میں پائی جاتی ہیں، وہ سب ہمارے نبی مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی صفات میں یکجا جمع ہیں۔ چنانچہ آپ کو خلافت عطا کی گئی جیسے حضرت آدم اور حضرت داوٗد علیہما السلام کو ملی تھی اور حکومت وفرمانروائی بخشی، جیسی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو دی گئی تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام جیسا آپ کو حسن و جمال دیا گیا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح آپ کو مقام خلت پر فائز کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ کو شرف ہم کلامی سے نوازا اور حضرت یونس علیہ السلام کی طرح عبادت گزار اور حضرت نوح علیہ السلام کی طرح شکر گزار بنایا گیا۔

اس کے علاوہ کچھ ایسے اوصاف اور مخصوص کمالات بھی آپ کو عطا کئے گئے ہیں (جو اور کسی نبی ورسول کو حاصل نہیں) جیسے ہر قسم کی ولایت، محبوبیتِ مطلقہ، مقامِ مصطفائی، دیدارِ الٰہی، کامل قرب ربانی، شفاعت کبریٰ اور دشمنانِ خدا تعالیٰ کے ساتھ جہاد ان کمالات کے علاوہ وسعت علمی، عرفانِ کامل، فیصلے صادر کرنا، مسائل واحکام بتانا، منصبِ اجتہاد واحتساب اور آیاتِ قرآنی کی تلاوت وغیرہ (ایسے مناسب رفعیہ بھی آپ کو حاصل ہیں)

؎ حسن یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری

آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

لیکن ابھی ایک کمال باقی رہ گیا تھا' جس کے ساتھ آپ کی ذات گرامی موصوف نہیں تھی اور وہ ہے شہادت[1] یعنی راہِ حق میں جامِ شہادت نوش کرنا' اور اس وصفِ شہادت سے آپ کو براہِ راست موصوف نہ کرنے میں یہ راز مخفی تھا کہ اگر آپ کسی

....

[1] صحیح روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت و رسالت کے مناصبِ رفیعہ کے ساتھ منصبِ شہادت بھی عطا فرمایا گیا ہے' جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر محققین جن میں علامہ سیوطی بھی شامل ہیں کی یہی رائے ہے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے' جس کو امام بخاری نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی مرضہ الّذی توفی فیہ لم ازل اجد الم الطعام الّذی اکلت بخیبر فھذا اوان انقطع ابھری من ذالک السم۔ (راوہ البخاری)

واخرج احمد وابن سعد وابو یعلیٰ والطبرانی والحاکم والبیھقی عن ابن مسعود قال لان احلف تسعًا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل قتیلا احب الیّ من ان احلف واحدۃ انہ لم یقتل فالک ان اللہ اتخذہ نبیًا واتخذہ شھیدًا۔ (الخصائص الکبریٰ للسیوطی)

نبی اکرم ﷺ اپنی مرض وصال میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ خیبر میں جو زہر مجھے کھلایا گیا تھا اس کا اثر ہمیشہ محسوس کرتا رہا ہوں اور اب تو یہ حال ہے کہ وہ زہر میری رگ دل کاٹ رہا ہے۔

نیز حضرت امام احمد' ابن سعد' ابو یعلیٰ' طبرانی' حاکم اور امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے نزدیک نو بار قسم اٹھا کر یہ کہنا زیادہ محبوب و بہتر ہے کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہیں بہ نسبت ایک بار قسم اٹھا کر یہ کہنے کے کہ حضور شہید نہیں ہوئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کے ساتھ منصبِ شہادت بھی عطا فرمایا ہے۔

معرکہ میں شہید ہو جاتے تو عوام کی نظروں میں اس واقعہ سے اسلام کی شان و شوکت کم ہو جاتی اور دین حق کی اشاعت میں خلل پڑتا اور اگر آپ کو ناگہانی طور پر کسی خفیہ منصوبے سے شہید کر دیا جاتا' جیسے آپ کے بعض خلفاء راشدین کو شہید کیا گیا' تو اس طرح آپ کی شہادت مشہور نہ ہوتی بلکہ آپ کی یہ شہادت' شہادتِ کاملہ ہی نہ ہوتی۔ کیونکہ شہادتِ کاملہ یہ ہے کہ بندۂ مومن راہ خدا میں مسافرت اور انتہائی کرب والم میں قتل کیا جائے' اس کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دی جائیں' اس کی لاش میدانِ کارزار میں خاک وخون میں غلطاں ہو' صرف یہی نہیں بلکہ اس کے آگے پیچھے اس کے اکثر عزیزوں' دوستوں اور قریبی رشتہ داروں کی کٹی پھٹی لاشوں کا انبار لگا ہو۔ اس کا مال و اسباب لوٹ لیا جائے' اس کی بیویوں اور یتیم بچوں کو قیدی بنا لیا جائے۔ پھر شرط یہ ہے کہ یہ تمام آلام و مصائب صرف اور صرف رضائے الٰہی (اور دین اسلام کی سربلندی) کیلئے برداشت کئے جائیں۔

حکمتِ الٰہیہ:

بناء بریں اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے یہ چاہا کہ نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور آپ کی ایسی پُر شکوہ خلافت کے بعد کہ مغلوب ومحکوم ہونا جس کی شان کے منافی تھا۔ شہادت کا یہ عظیم کمال آپ کے کمالات میں شامل کر دیا جائے۔ لہٰذا (ان جوانمردوں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے) جو آپ کی اہل بیت واقارب میں سے آپ کے قریب ترین اور آپ کی اولاد میں سے آپ کے عزیز

ترین ہیں، جو بمنزلہ آپ کے بیٹوں کے ہیں، شہادت کا یہ کمال آپ کے دیگر کمالات کے ساتھ ملا دیا تا کہ ان کا حال آپ کے حال میں شامل ہو جائے اور ان کا یہ کمال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمال میں درج ہو جائے۔ اس لئے خلافت راشدہ کے مبارک زمانہ کے اختتام پذیر ہونے کے بعد عنایتِ ربانی اس الحاقِ کمال کی طرف متوجہ ہوئی، سو حضرات حسنین علیہما السلام کو ان کے نانا (حضرت محمد رسول اللہ) علیہ افضل الصلوٰت والتحیات کے قائم مقام ٹھہرایا اور جمالِ محمدی کو ملاحظہ کرنے کیلئے ان دونوں شہزادوں کو آئینہ کی مانند قرار دیا اور دونوں کے وجود مبارک کو رُخِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کیلئے دو رُخسار بنایا۔

اَقسامِ شہادت:

چونکہ شہادت دو قسموں کی ہے ایک شہادتِ سرّی یعنی پوشیدہ و باطنی شہادت اور دوسری شہادتِ جہری یعنی ظاہری شہادت لہٰذا ان ہر دو اقسام شہادت کو دونوں شہزادوں کے مابین تقسیم کر دیا گیا۔

شہادتِ سِرّی:

شہادت کی قسم اوّل شہادت سِرّی' کے ساتھ سبط اکبر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ مخصوص کئے گئے ہیں، چونکہ اس شہادت میں تمام اسباب اور معاملات مستور اور صیغہ راز میں پنہاں رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی اس شہادت کا ذکر جبریل علیہ السلام نے بھی وحی میں کبھی نہیں کیا بلکہ آپ کی

شہادت کے وقت بھی یہ معاملہ مبہم ہی رہا حتیٰ کہ (اسی حقیقت کے پیش نظر یہ غیر مستند روایت بھی مشہور ہوگئی کہ) آپ کی شہادت آپ کی بیوی کے ہاتھوں واقع ہوئی۔ حالانکہ بیوی ایک ذریعہ محبت والفت ہے، نہ کہ علاقۂ عداوت، یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ یہ شہادت ہی پوشیدگی اور اخفاء پر مبنی تھی۔ اسی حقیقت کے پیش نظر مخبرِ صادق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آپ کی شہادت کی اطلاع نہ دی اور نہ ہی امیر المومنین حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق کچھ بتایا، نہ کسی اور نے ہی امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے کچھ خبر دی۔

شہادتِ جہری:

شہادت کی دوسری قسم جہری شہادت ہے۔ اس کے ساتھ سبط اصغر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مخصوص ہیں، چونکہ یہ شہادت شہرت واعلان پر مبنی ہوتی ہے۔ (یعنی اس شہادت کے تمام معاملات واسباب بالکل ظاہر و باہر ہوتے ہیں۔ اس میں کوئی خفاء وابہام نہیں ہوتا) اس لئے اوّل تو امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر وحی میں جبریل علیہ السلام اور دیگر فرشتوں کے ذریعے نازل ہوا۔ پھر مقام شہادت کا تعین اور نشاندہی کی گئی۔ اس جگہ کا نام بتایا گیا پھر شہادت کا وقت زمانہ اور تاریخ بھی بتادی کہ وہ ۶۰ھ کے آخر اور اکسٹھ ہجری کے شروع میں واقع ہوگی۔

شہادتِ امام حسین کی شہرتِ عام:

اس کے بعد آپ کی شہادت کا چرچا عام ہوتا گیا، حضرت امیر المومنین

مولیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ نے (اپنے دورِ خلافت میں) جنگ صفین کے سفر کے دوران اپنی زبان مبارک سے شہادت حسین کا کھلم کھلا ذکر و اعلان فرمایا پھر جب آپ کی شہادت واقع ہوتی ہے تو اس وقت بھی ایسے خلافِ عادت واقعات اور آپ کی کرامات ظاہر ہوئیں' جس کی بدولت آپ کی شہادت کی شہرت مزید پھیل گئی۔ مثلاً مٹی کا خون ہو جانا' آسمان سے خون برسنا' غائبانہ مرثیوں کی آوازیں سنائی دینا' جنوں کا رونا اور نوحہ خوانی کرنا' جنگلی درندوں کا آپ کے لاشہ اقدس کی حفاظت و نگہبانی کیلئے اس کے ارد گرد طواف کرنا' اور آپ کے قاتلوں کے نتھنوں میں سانپوں کا گھسنا' اس قسم کے اور بھی بے شمار واقعات ظہور پذیر ہوئے' جو سب شہید کربلا کی شہادت کو شہرتِ عام اور ذکرِ دوام بخشنے والے اسباب اور موجبات سے تعلق رکھتے ہیں تا کہ تمام حاضرین و غائبین اس اندوہناک حادثہ کے وقوع پذیر ہونے سے باخبر ہو جائیں بلکہ قیامت تک نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں اس واقعہ ہائلہ پر ہمیشہ آہ و بکاء اور رنج و الم کے اظہار کو جاری و باقی رکھنا اور (ریگزارِ کرب و بلا میں اہل بیت پر توڑے جانے والے قیامت خیز مصائب و آلام) کے دردناک واقعات کا متواتر ذکر ہوتے رہنا' یہ شہادتِ جہری کا ہی نتیجہ ہے تو اب امام عالی مقام کی شہادت کا چرچا اور شہرہ ہر اعتبار سے ملاءِ اعلیٰ میں ارض و سماء میں عالم غیب و شہادت میں جنوں اور انسانوں میں عالمِ حیوانات و جمادات میں الغرض پوری کائنات میں اپنی انتہاء کو پا چکا ہے۔

اشاراتِ ۱ مقدمہ کی تشریح:

مقدمہ کی اس تمہید کے بعد اب ہم ان ضروری باتوں کا ذکر کرتے ہیں' جن کا تعلق اس باب سے ہے اور ساتھ ہی ان مضامین کی طرف ذرا وضاحت سے اشارہ کر دیا جائے گا' جن کا ہم نے مقدمہ میں بطور تمہید ذکر کیا ہے۔

حضرات حسنین کو ابن رسول کہنے کی وجوہات

حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا کہنے کی دو وجہیں اور دلیلیں ہیں۔

دلیل اوّل یہ ہے کہ نواسہ دوہتا بیٹے کے جا بجا ہوتا ہے اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل (اولادِ یعقوب) میں شمار کیا جاتا ہے۔ حالانکہ آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اور نسب باپ سے چلتا ہے' نہ کہ ماں سے۔

دلیل ثانی: تبنّی ہے کہ کسی کو اپنا بیٹا (مُتبنّٰی) کہنا ہے تو یہ بھی متعدد روایتوں سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار امام حسن اور امام حسین کے متعلق فرمایا کہ یہ دونوں میرے بیٹے ہیں۔

....

۱: مقدمہ میں حضرات حسنین کو ابن رسول اور جمالِ نبوی کے ملاحظہ کیلئے دو آئینے قرار دیا گیا ہے۔ اشاراتِ مقدمہ سے یہی مراد ہے۔ آگے تفصیلی وضاحت آ رہی ہے۔

چنانچہ امام احمد اپنی مسند میں ابو اسحاق سبیعی سے اور یہ ہانی ابن ہانی سے اور یہ امیر المومنین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ' سے روایت کرتے ہیں کہ:

لَمَّا وُلِدَ الْحَسَنُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَرُوْنِيْ اِبْنِيْ مَا سَمَّيْتُمُوْهُ قُلْتُ سَمَّيْتُهٗ حَرْبًا قَالَ هُوَ حَسَنٌ فَلَمَّا وُلِدَ الْحُسَيْنُ قَالَ اَرُوْنِيْ اِبْنِيْ مَا سَمَّيْتُمُوْهُ قُلْتُ حَرْبًا قَالَ بَلْ هُوَ حُسَيْنٌ فَلَمَّا وُلِدَ الثَّالِثُ قَالَ اَرُوْنِيْ اِبْنِيْ مَا سَمَّيْتُمُوْهُ قُلْتُ حَرْبًا قَالَ بَلْ هُوَ مُحَسِّنٌ ثُمَّ قَالَ اِنِّيْ سَمَّيْتُهُمْ بِاَسْمَآءِ وُلْدِ هَارُوْنَ شَبَّرُ وَشَبِيْرُ وَمُشَبِّرٌ۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ' تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے عرض کی حرب نام رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا حرب نہیں بلکہ اس کا نام حسن ہے پھر جب امام حسین پیدا ہوئے تو آپ نے فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ۔ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے' میں نے عرض کی حرب نام رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اس کا نام حسین رکھو' جب تیسرے شہزادے کی ولادت ہوئی تو آپ نے فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ' تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے عرض کی حرب نام رکھا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا حرب نہیں بلکہ اس کا نام محسن ہے۔
پھر آپ نے فرمایا میں نے ان کے نام حضرت ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے نام پر رکھے ہیں۔ ان کے بیٹوں کے نام شبّر' شبیر اور مُشبّر تھے۔

روایت مذکورہ کی دیگر اسناد:

اس روایت کو امام طبرانی نے اپنی کتاب معجم کبیر میں' امام دارقطنی نے اپنی تصنیف کتاب الافراد اور امام حاکم' امام بیہقی اور امام ابن عساکر ان سب نے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے اور اسی کے ہم معنی ایک دوسری روایت امام محی السنہ بغوی اور امام طبرانی نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے۔

ان اسماء کا تلفظ:

لغت کی مشہور کتاب قاموس میں ہے کہ شَبَّرَ' بَقَّمَ' کے وزن پر شُبَیْر قُبَیْر کے وزن پر اور مُشَبِّر محدِّث کے وزن پر ہے۔ یہ تینوں حضرت ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے نام ہیں۔

آئینہ جمالِ مصطفوی:

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ کیلئے دو آئینوں کی مثل قرار دینے کی دو دلیلیں ہیں۔

دلیل اوّل سیادتِ مطلقہ ہے (یعنی امامین کریمین کو ہر طرح کی سرداری حاصل ہے۔ بالخصوص آپ کا تمام جنتی نوجوانوں کا سردار اور سید ہونا) چنانچہ امام نسائی' رویانی' اور ضیاء مقدسی' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اور ابو یعلی ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور ابن ماجہ' عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ابن عدی'

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے، ابو نعیم، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور امام طبرانی اپنی معجم کبیر میں، حضرت عمر فاروق، حضرت جابر، حضرت براء، حضرت اُسامہ بن زید اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہم سے، دیلمی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، ابن عساکر، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَزَادَ ابْنُ مَاجَۃَ وَغَیْرُہٗ وَاَبُوْھُمَا خَیْرٌ مِّنْھُمَا وَعِنْدَ الطَّبَرَانِیِّ وَاَبُوْھُمَا اَفْضَلُ مِنْھُمَا وَزَادَ الْحَاکِمُ وَابْنُ حِبَّانَ وَغَیْرُھُمَا اِلَّا ابْنَیِ الْخَالَۃِ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ وَیَحْیٰی بْنَ زَکَرِیَّا۔

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ ابن ماجہ وغیرہ نے یہ الفاظ زیادہ کہے ہیں کہ ان کے باپ (علی کرم اللہ وجہہ) ان دونوں سے بہتر ہیں۔ طبرانی کے نزدیک یہ الفاظ ہیں کہ ان کے والدان دونوں سے افضل ہیں۔ حاکم اور ابن حبان نے اتنا اور زیادہ نقل کیا ہے کہ حسن وحسین دو خالہ زاد بھائیوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کے سوا باقی سب جنتی نوجوانوں کے سید وسردار ہیں۔

حُبِّ حسنین:

یہ حسنین رضی اللہ عنہما کے آئینہ جمالِ نبوی ہونے کا ہی اثر ہے کہ ان کی محبت، رسول مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے اور ان سے بغض وعداوت رکھنا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بغض وعداوت رکھنے کے مترادف ہے جیسا کہ امام ابن عساکر وغیرہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّھُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ۔

ترجمہ: جس نے حسنین سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے ان سے عداوت ودشمنی رکھی، اس نے مجھ سے عداوت ودشمنی رکھی۔

شکل وصورت میں مشابہت:

دوسری دلیل حضرات حسنین کی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے شکل و صورت میں ظاہری مشابہت ہے۔ اس اعتبار سے آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری محاسن، خدوخال اور شکل وشباہت میں گویا آپ کی دو تصویریں تھے۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

"لَمْ یَکُنْ اَحَدٌ اَشْبَہَ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا وَقَالَ فِی الْحُسَیْنِ اَیْضًا کَانَ اَشْبَھَھُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ"۔

ترجمہ: ظاہری شکل وصورت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل حسن ابن علی سے زیادہ کوئی نہ تھا اور حضرت حسین کے بارے کہا ہے کہ وہ بھی شکل وشباہت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے"۔

مذکورہ بالا حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ، سے بڑی تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس حدیث کو صحیح کہتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت حسن تو سینہ سے سر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے اور حضرت حسین سینے سے تا قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت مشابہ تھے"۔

اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا ہے:

اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذات حسنین
آدھے سے حسن بنے آدھے سے حسین (حدائق بخشش)

الفتِ حسنین کا صلہ:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ (ایک بار) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسن اور حسین دونوں کو اٹھا کر فرمایا:

مَنْ اَحَبَّنِیْ وَاَحَبَّ هٰذَيْنِ وَاَبَاهُمَا وَاُمَّهُمَا كَانَ مَعِیَ فِیْ دَرَجَتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ وقال هٰذا حديث منكر۔

ترجمہ: جس نے مجھ سے محبت رکھی اور ان دونوں سے بھی اور ان کے ماں باپ سے بھی محبت رکھی وہ قیامت کے روز میرے ساتھ ہوگا۔ امام ترمذی اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے۔

(حدیث منکر ضعیف احادیث کی ایک قسم ہے اور محدثین کے نزدیک فضائل میں ضعیف حدیث قابل اعتماد ہے)

سیرتِ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پندرہ حج پیدل کئے۔ حالانکہ ان کے اپنے بہترین عمدہ گھوڑے آگے آگے چلتے تھے۔

(حضرت امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسن نے پچیس (۲۵) حج پا پیادہ ادا کئے) آپ نے دوبار اپنا تمام مال واسباب اللہ کی راہ میں لٹادیا اور تین بار اپنا آدھا مال فی سبیل اللہ محتاجوں اور غریبوں میں تقسیم کردیا اور تمام مال واسباب کی تنصیف اور آدھا کرنے میں یہاں تک احتیاط فرماتے کہ اپنا ایک جوتا راہِ خدا میں دے دیتے اور دوسرا پاس رکھ لیتے۔ اسی طرح ایک موزہ دے دیتے اور ایک اپنے پاس رکھ لیتے۔

تاریخ وصال وشہادت:

صحیح ترین قول کے مطابق آپ کی تاریخ وصال وشہادت ۴۹ھ یکم ربیع

الاوّل یا ماہ صفر کی آخری تاریخ ہے اور یہی زیادہ مشہور ہے۔

(تاریخ الخلفاء میں امام سیوطی نے آپ کی تاریخ وصال ۵۰/۵۱ھ رقم فرمائی ہے)

امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت:

آپ کی وفات اور شہادت کا سبب یہ ہے کہ آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث بن قیس نے یزید پلید کے اکسانے پر آپ کو زہر کھلایا [1]۔ یزید نے اس کے صلہ میں جعدہ سے نکاح کرنے کا وعدہ کر رکھا تھا۔ چنانچہ اس نے اس لالچ میں آپ کو زہر دیا جس کے باعث حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے چالیس روز شدید بیمار رہنے کے بعد وفات پائی۔

امام حسن کے وصال کے بعد جعدہ نے یزید کو پیغام بھیجا اور اس کو اپنا وعدہ پورا کرنے کا کہا تو یزید نے جواب دیا کہ

''ہم تو تجھے امام حسن کے گھر دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے' اپنے لئے تجھے کب پسند کرتے ہیں''۔

ا: مؤرخین نے زہر دہندہ کے متعلق دو روایتیں لکھی ہیں۔ ایک یہ کہ آپ کو زہر باغوائے یزید آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث نے دیا ہے۔ دوسرا یہ کہ آپ کو بایماء امیر معاویہ زہر دیا گیا ہے۔ یہ دونوں روایتیں موضوع اور خلاف واقعہ ہیں چنانچہ حافظ ابن کثیر نے ان دونوں روایتوں کو غیر صحیح قرار دیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں وعندی انه ليس بصحيح و عدم صحته عن ابيه معاوية بطريق اولى وَالْاَحْرٰی۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸، ص ۴۳)

صدر الافاضل مولانا ''سید نعیم الدین مراد آبادی'' نے زہر خورانی کی مذکورہ روایت پر بڑا ناقدانہ تبصرہ کیا ہے۔ جو بلفظہٖ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ (باقی آگے صفحہ ۵۳ پر)

اس طرح وہ جعدہ ان لوگوں میں جا شامل ہوئی' جن کی دنیا اور دین دونوں تباہ و برباد ہو گئے۔ یہی خسرانِ مبین اور نقصان عظیم ہے کہ

(ع...... نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم)

(باقی حاشیہ ۵۲) ''مورخین نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث بن قیس کی طرف کی ہے اور اس کو حضرت امام کی زوجہ بتایا ہے اور یہ بھی کہا ہے یہ زہر خورانی باغوائے یزید ہوئی ہے اور یزید نے اس سے نکاح کا وعدہ کیا تھا۔ اس طمع میں آ کر اس نے حضرت امام کو زہر دیا لیکن اس روایت کی کوئی سند صحیح دستیاب نہیں ہوئی اور بغیر کسی سند صحیح کے کسی مسلمان پر قتل کا الزام اور ایسے عظیم الشان قتل کا الزام کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ قطع نظر اس بات کے کہ روایت کے لئے کوئی سند نہیں اور مؤرخین نے بغیر کسی معتبر ذریعہ یا معتمد حوالہ کے لکھ دیا ہے۔ یہ خبر واقعات کے لحاظ سے بھی ناقابل اطمینان معلوم ہوتی ہے۔ واقعات کی تحقیق خود واقعات کے زمانہ میں جیسی ہو سکتی ہے مشکل ہے کہ بعد کو ویسی تحقیق ہو۔ خاص کر جبکہ واقعہ اتنا اہم ہو۔ مگر حیرت ہے کہ اہل بیت اطہار کے اس امام جلیل کا قتل اس قاتل کی خبر غیر کو تو کیا ہوتی۔ خود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو پتہ نہیں ہے۔ یہی تاریخیں بتاتی ہیں کہ وہ اپنے برادر معظم سے زہر دہندہ کا نام دریافت فرماتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو زہر دینے والے کا علم نہ تھا۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کسی کا نام لیتے۔ انہوں نے ایسا نہیں کیا تو اب جعدہ کو قاتل ہونے کیلئے معین کرنے والا کون ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو یا امامین کے صاحبزادوں میں سے کسی صاحب کو اپنی آخر حیات تک جعدہ کی زہر خورانی کا کوئی ثبوت نہ پہنچا' نہ ان میں سے کسی نے اس پر شرعی مواخذہ کیا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ ۵۴ پر)

امام حسن نے قاتل کا نام نہیں بتایا

زہر خورانی سے آپ کو اسہال کبدی کا مرض لاحق ہو گیا جس کے باعث دستوں میں جگر اور آنتیں کٹ کٹ کر نکلنے لگیں جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے آکر پوچھا کہ

أَیْ أَخِیْ صَاحِبُكَ؟ قَالَ تُرِیْدُ قَتْلَهٗ؟ قَالَ نَعَمْ۔ قَالَ لَئِنْ كَانَ صَاحِبِیَ الَّذِیْ أَظُنُّ، اَللّٰهُ أَشَدُّ نِقْمَةً وَإِنْ لَمْ یَكُنْهُ۔ مَا أُحِبُّ أَنْ تَقْتُلَ لِیْ بَرِیْئًا۔

ترجمہ: بھائی جان! آپ کو زہر کس نے دیا ہے؟ پوچھا کیا تم اسے (میرے قصاص میں) قتل کرو گے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں امام حسن نے فرمایا اگر میرا قاتل وہی ہے جس کو میں گمان کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ سخت ترین انتقام لینے والا ہے اور اگر میرا قاتل وہ نہیں جس کو میں خیال کرتا ہوں تو پھر میں یہ نہیں چاہتا کہ تم میری خاطر کسی بے گناہ کو قتل کرو۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا مجھے تو اس سے پہلے بھی کئی بار زہر دیا گیا لیکن وہ اتنا سخت اور تیز نہیں تھا جتنا کہ اس بار شدید خطرناک زہر مجھے دیا گیا ہے۔

(باقی حاشیہ ۵۳) ایک اور پہلو اس واقعہ کا خاص طور پر قابل لحاظ ہے۔ وہ یہ کہ حضرت امام کی بیوی کو غیر کے ساتھ ساز باز کرنے کی شنیع تہمت کے ساتھ متہم کیا جاتا ہے۔ یہ ایک بدترین تبرا ہے۔ عجب نہیں کہ اس حکایت کی بنیاد خارجیوں کی افتراءآت ہوں"۔ (سوانح کربلا ص ۶۴، ۶۵ از مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی)

حضرت امام حسن کی عمر شریف:

وفات کے وقت آپ کی عمر شریف کچھ دن کم ساڑھے پینتالیس سال تھی۔ صحیح روایت کے مطابق آپ کی تاریخ پیدائش ۱۵ شعبان المعظم ۳ ھ ہے۔ بعض مورخین کے نزدیک آپ کی ولادت ماہ رمضان المبارک میں ہوئی تھی۔

یہاں تک جو واقعات لکھے جا چکے ہیں ان کا تعلق شہادتِ سری سے ہے، جس کیساتھ سبطِ اکبر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ مخصوص کیے گئے ہیں۔ اب رہی شہادتِ جہری جس کے ساتھ سبطِ اصغر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو سرفراز کیا گیا ہے تو یہ ایک عظیم سانحہ ہے، جس کے دلدوز واقعات بہت مشہور ہیں اور اس قدر زیادہ شہرت کا باعث بھی یہی ہے کہ یہ شہادتِ جہری اور ظاہری ہے۔

خونی طوفان کا آغاز

امام حسین رضی اللہ عنہ کی اس شہادت کا نقطۂ آغاز اور سبب یہ ہے کہ جب دمشق میں یزید تخت حکومت پر قابض ہو کر شہنشاہ بن بیٹھا' یہ ماہ رجب ۶۰ ھ کا واقعہ ہے تو اس نے تمام مسلم ریاستوں اور صوبوں (کے عاملوں اور گورنروں) کو عوام سے اپنی بیعت لینے کیلئے خطوط لکھے۔ اسی سلسلہ میں' اس نے مدینہ منورہ کے عامل ولید بن عقبہ کو بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت لینے کیلئے ایک خط لکھا (جب ولید یزید کا یہ پیغام لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا تو)

فَامْتَنَعَ الْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ بَيْعَتِهٖ لِاَنَّهٗ كَانَ فَاسِقًا مُدْمِنًا لِلْخَمْرِ ظَالِمًا۔

ترجمہ: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا کیونکہ یزید فاسق' شرابی اور ایک ظالم انسان تھا۔

امام الشہداء کی مدینہ منورہ سے روانگی:

یزید کی بیعت مسترد کرنے کے بعد آپ نے ماہ شعبان کی چار تاریخ (۶۰ ھ) کو مکہ مکرمہ کی طرف کوچ کرنے کا عزم فرمایا۔ یہاں پہنچ کر آپ نے مکہ شریف میں مستقل طور پر اقامت اختیار کر لی۔

کوفیوں کے خطوط:

جب کوفہ والوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے (یزید کی بیعت ٹھکرا دینے کے بعد مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ پہنچنے) کی اطلاع ملی تو ان کے بہت سے قبیلوں اور گروہوں نے بالاتفاق آپ کی طرف ایک خط لکھا' جس میں انہوں نے آپ کو اپنے ہاں کوفہ آنے کی دعوت دی کہ آپ یہاں تشریف لائیں۔ ہم جان و مال سے آپ کی مدد و نصرت اور خدمت و حمایت کیلئے تیار ہیں اور اپنے اس مطالبہ پر انہوں نے شدید اصرار کیا۔ حتیٰ کہ پے در پے کوفہ کے ہر قبیلہ اور جماعت کی طرف سے کوئی ڈیڑھ سو کے لگ بھگ چٹھیاں آپ کو موصول ہوئیں۔

حضرت امام مسلم کی کوفہ آمد:

چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفیوں کے ان پیہم تقاضوں اور درخواستوں کے پیش نظر اپنے چچازاد بھائی حضرت امام مسلم بن عقیل کو ان کے پاس کوفہ بھیجا اور اہل کوفہ کو ان کی حمایت اور مدد و نصرت کی تاکید بلیغ فرمائی۔ حضرت امام مسلم نے کوفہ پہنچ کر مختار بن عبید کے گھر قیام فرمایا اور بارہ ہزار سے بھی زائد کوفیوں نے آپ کے ہاتھ پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

جب یہ خبر یزید کی طرف سے مقرر کردہ کوفہ کے گورنر حضرت نعمان بن بشیر کو ملی۔ یہ نعمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے تو انہوں نے لوگوں کو اس (تحریک کے نتائج و انجام اور یزید کی برہمی) سے ڈرایا دھمکایا' لیکن انہوں

نے صرف تہدید و تنبیہ پر ہی اکتفا کیا اور کسی کے خلاف کوئی تعرض اور انتقامی کاروائی وغیرہ نہ کی۔

حضرت نعمان کی معزولی:

مسلم بن یزید حضرمی اور عمارہ بن ولید بن عقبہ نے یزید کو ایک خط لکھا' جس میں انہوں نے یزید کو حضرت امام مسلم کی آمد' اہل کوفہ کا ان کے ساتھ محبت وعقیدت سے پیش آنے' ان کے ہاتھ پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے اور ان حالات میں گورنر کوفہ حضرت نعمان بن بشیر کا ان سے تغافل برتنے کی مفصل اطلاع دی۔ یہ خط ملتے ہی یزید نے حضرت نعمان بن بشیر کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا

ابن زیاد کا تقرر:

اور اُن کی جگہ بصرہ کے حاکم عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا' چنانچہ یہ اپنے نئے عہدہ کا تقرر نامہ ملتے ہی بصرہ سے کوفہ کی طرف چل پڑا۔ یہ مکار کوفہ شہر میں رات کی تاریکی میں عربی لباس پہن کر جنگل کے اسی راستہ سے آیا جو حجاز سے کوفہ کو آتا ہے۔ تا کہ اہل کوفہ کو اپنے امام حسین ہونے کا دھوکا دے سکے (چنانچہ اس مکار نے رات کے اندھیرے سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا) اور کوفیوں نے جو پہلے ہی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے انتظار میں چشم براہ تھے۔ اندھیرے میں عربی لباس میں ملبوس حجازی راستہ سے آنے والے اس ابن زیاد کو امام حسین رضی اللہ عنہ سمجھ کر اس کا والہانہ اور پُر جوش استقبال کیا اور اس کو سلامی دی' اس کے آگے آگے

شاداں و فرحاں مرحبا ابن رسول اللہ قَدِمْتَ خَیرَ مَقْدَمٍ۔ اے فرزند رسول! خوش آمدید' آپ کا آنا مبارک ہو' کے نعرے لگاتے ہوئے چلنے لگے۔ ابن زیاد اس دوران بالکل خاموش چلتا رہا۔ حتیٰ کہ کوفہ کے دار الامارت (گورنر ہاؤس) جا داخل ہوا (اس وقت اہل کوفہ کو یہ معلوم ہوا کہ یہ تو ابن زیاد ہے جو اس مکاری و چالاکی سے یہاں آیا ہے اگر ابن زیاد اعلانیہ آتا تو کوفی اس کو کبھی شہر میں داخل نہ ہونے دیتے)

ابن زیاد کی سازش:

جب صبح ہوئی تو ابن زیاد نے تمام لوگوں کو جمع کیا اور پہلے ان کو یزیدی حکومت کی طرف سے اپنا تقرر نامہ پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد ان کو یزید کی مخالفت سے روکنے کیلئے ڈرایا دھمکایا' الغرض ابن زیاد نے مختلف حیلوں اور تدبیروں کے ساتھ حضرت امام مسلم بن عقیل کے طرفداروں اور حامی جماعت میں پھوٹ اور اختلاف پیدا کر کے ان کو منتشر کر دیا۔ حضرت امام مسلم یہ دگرگوں حالات دیکھ کر ہانی بن عروہ کے گھر جا کر روپوش ہو گئے۔ ابن زیاد نے محمد ابن اشعث کو ایک دستہ فوج کا دے کر ہانی کے گھر روانہ کیا اور ہانی کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ اسی طرح کوفہ کے باقی تمام بڑے بڑے سرداروں اور با اثر لوگوں کو بھی پکڑ کر اپنے پاس محل میں ہی نظر بند کر دیا۔

کوفیوں کی بیوفائی:

حضرت امام مسلم کو جب یہ اطلاع موصول ہوئی تو آپ نے اپنے تمام

حامیوں اور طرفداروں کو ندا دے کر بلایا' جس پر آپ کے پاس چالیس ہزار کوفی اکٹھے ہو گئے اور ان کو لے کر آپ نے محل کا محاصرہ کر لیا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر ابن زیاد نے محل میں نظر بند کوفی سرداروں کو حکم دیا کہ (اگر انہیں اپنی جان عزیز ہے) تو اپنے عزیزوں' رشتہ داروں اور زیر اثر لوگوں کو حضرت امام مسلم کی حمایت اور رفاقت سے روکیں۔ چنانچہ ان کوفی سرداروں نے اپنی جان بچانے کی خاطر آپ کے حامیوں اور محل کا محاصرہ کرنے والے لوگوں کو سمجھا بجھا کر اور ان کو طرح طرح سے ڈرا دھمکا کر حضرت امام مسلم کی رفاقت سے منع کیا (یہ حیلہ کارگر ہوا) اور تمام کوفی منتشر ہو کر بھاگنے لگے۔ حتیٰ کہ شام تک آپ کے ساتھ صرف پانچ سو کوفی رہ گئے' جب رات کا اندھیرا بڑھا تو وہ بھی آپ کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے اور اب حضرت امام مسلم بالکل تنہا اور اکیلے رہ گئے۔

حضرت امام مسلم اس عالم بے کسی میں پریشان ہو کر راہ میں سوچنے لگے کہ اب کہاں جائیں۔ پھر (طوعہ نامی) ایک خاتون کے گھر گئے اور اس سے پانی مانگا' اس نیک دل خاتون نے آپ کو پانی پلایا اور نہایت احترام سے آپ کو اپنے گھر ٹھہرا لیا۔ اس خاتون کا بیٹا محمد بن اشعث کا ملازم تھا۔ اس نے جا کر اپنے مالک محمد ابن اشعث کو بتا دیا اس نے فوراً ابن زیاد کو اطلاع دی۔ ابن زیاد نے کوفہ کے کوتوال عمرو ابن حریث اور محمد بن اشعث کو حضرت امام مسلم کے گرفتار کرنے کیلئے بھیجا۔ انہوں نے آ کر اس مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔

حضرت امام مسلم کی شہادت:

یہ حالات دیکھ کر حضرت امام مسلم تلوار برہنہ کئے گھر سے باہر نکل آئے اور محاصرین سے لڑنے لگے۔ محمد بن اشعث نے آپ کو امان دی اور آپ کو پکڑ کر ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ اس ظالم نے آپ کا سر کٹوا کر لاش مبارک محل سے باہر کوفیوں کے سامنے پھینک دی اور ہانی بن عروہ کو (جس نے آپ کو اپنے گھر ٹھہرایا ہوا تھا) سولی دے دیا۔ یہ افسوسناک واقعہ ۳ ذوالحجہ ۶۰ ھ میں رونما ہوا۔ ابن زیاد بدنہاد نے حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو کمسن شہزادوں حضرت محمد رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو بھی آپ کے ساتھ شہید کر دیا۔ (رضی اللہ عنہم)

حضرت امام عالی مقام کا عزمِ کوفہ:

اسی روز (بتاریخ ۳ ذوالحجہ ۶۰ ہجری) جس میں حضرت امام مسلم اور ان کے شہزادوں کو شہید کیا گیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ سے کوفہ کی جانب کوچ فرماتے ہیں۔ بعض سیرت نگاروں نے آپ کی تاریخ روانگی آٹھ ذوالحجہ لکھی ہے۔ آپ کی روانگی کا سبب یہ تھا کہ حضرت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے پہلے آپ کی طرف ایک خط لکھ دیا تھا' جس میں انہوں نے آپ سے کوفہ تشریف لانے کی درخواست کی تھی۔

دوستوں کی بے قراری اور مشورے:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب سفر کوفہ کی مکمل تیاری کر لی تو

حضرت عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن عمر، جابر، ابوسعید خدری اور ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہم نے آپ کو اس ارادہ سے روکا، لیکن آپ ان حضرات کے منع کرنے کے باوجود نہ رُکے اور اپنے ارادۂ سفر پر قائم رہے اور فرمانے لگے کہ میں نے اپنے والد بزرگوار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ کَبْشًا یُسْتَحَلُّ بِہٖ مَلَّۃُ، فَلَا اَکُوْنُ اَنَا ذَالِکَ الْکَبْشُ۔

ترجمہ: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک مینڈھا کے باعث کعبۃ اللہ کی عزت وحرمت پامال کی جائے گی۔ لہٰذا مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ مینڈھا میں ہی نہ بن جاؤں“۔

یعنی کعبۃ اللہ کی عزت وحرمت ایک آدمی کے ناحق قتل کے باعث پامال ہوگی۔ یہ فرمانے کے بعد آپ اپنے اہل بیت، دیگر ساتھیوں، خادموں اور غلاموں سمیت کل ۸۲، افراد کے ہمراہ کوفہ کی طرف چل پڑے۔

اندوہناک خبر:

راستہ میں ہی آپ نے یہ افسوسناک خبر سنی کہ حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے اور ان کے حامی کوفیوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا ہے تو آپ نے وہاں سے ہی مکہ مکرمہ پلٹ آنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن حضرت امام مسلم کے بھائیوں نے کہا ’اللہ کی قسم! ہم جب تک اپنے بھائی (کے ناحق قتل) کا انتقام اور بدلہ نہ لے لیں، واپس نہیں جائیں گے یا پھر ہم بھی ان ہی کی طرح شہید ہو

جائیں گے“۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تمہارے بغیر تو زندگی میں کوئی لطف نہیں۔

حُر کی مزاحمت:

اس گفتگو کے بعد آپ نے سفر جاری رکھنے کا فیصلہ کیا اور عراق کی جانب چل پڑے، جب کوفہ دو منزل کے فاصلہ پر دور رہ گیا تو آپ کو حُر بن یزید ریاحی آملا۔ اس کے ہمراہ ابن زیاد کی فوج کے ایک ہزار مسلح سپاہی اور لشکری تھے، یہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا ”مجھے ابن زیاد نے آپ کے پاس بھیجا ہے، اس نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں آپ کو واپس نہ جانے دوں اور اس وقت تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں جب تک کہ آپ کو ابن زیاد کے سامنے پیش نہ کردوں اور اللہ کی قسم! میں یہ جرأت اور گستاخی مجبوراً بادل نخواستہ کر رہا ہوں“۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا جواب:

حُرّ بن یزید ریاحی کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا میں از خود اپنی مرضی اور ارادہ سے تمہارے اس شہر کوفہ میں نہیں آیا اور نہ ہی میں نے اس طرف آنے کا کوئی اقدام کیا۔ تاآنکہ اہل کوفہ کے میرے پاس خط آئے، ان کے قاصد اور پیغام آئے (جس میں انہوں نے مجھے کوفہ آنے کی بااصرار دعوت دی) اے حاضرین تم بھی تو کوفہ کے رہنے والے ہو۔ پس اگر تم اپنے اس عہد و پیمان پر قائم ہو جو تم نے بیعت کی صورت میں (حضرت امام مسلم کے ہاتھ پر) مجھ

سے کیا تھا تو میں تمہارے شہر میں داخل ہوتا ہوں اور اگر تم اپنے وعدہ پر قائم نہیں رہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔

حُرؓ نے آپ کو جواب دیا "خدا کی قسم مجھے ان خطوں اور قاصدوں کا جن کا آپ نے ذکر فرمایا ہے کوئی علم نہیں اور میں آپ کو چھوڑ کر کوفہ واپس بھی نہیں جا سکتا' بلکہ میں آپ کے ساتھ ساتھ رہوں گا۔ یہاں تک کہ آپ کو ابن زیاد کے روبرو پیش کردوں۔ اس طرح کی طویل گفتگو امام حسین اور حُرؓ کے مابین ہوئی (ابن زیاد نے اس نیک دل جرنیل کو حضرت امام کو حراست میں لے کر اپنے سامنے پیش کرنے کیلئے روانہ کیا تھا)

دشتِ کربلا میں نزولِ اجلال:

اس گفتگو کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کا راستہ چھوڑ کر ایک دوسرے راستہ پر چل پڑے اور اکسٹھ ہجری محرم کی دوسری تاریخ کو میدانِ کربلا میں پڑاؤ ڈالا۔ اس جگہ اُترنے کے بعد آپ نے اس جگہ کا نام دریافت کیا تو بتایا گیا کہ اس جگہ کو "کربلا" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا "واقعی یہ جگہ کرب و بلا یعنی رنج اور مصیبت والی جگہ ہے" پھر آپ کے تمام ہمراہی اتر پڑے اور اپنا مال و اسباب نیچے رکھ دیا۔ حُرؓ نے بھی اپنے لشکر سمیت کربلا میں ہی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے ڈیرہ لگا دیا۔

ابنِ زیاد کا خط:

ابن زیاد نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک خط لکھ بھیجا' جس میں آپ سے یزید کی بیعت قبول کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا' جب یہ خط آپ کو موصول ہوا تو آپ نے اس خط کو پڑھنے کے بعد پھینک دیا اور قاصد سے فرمایا اس خط کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔ قاصد نے واپس جا کر ابن زیاد کو آپ کے خط پھینک دینے کا ماجرا سنایا تو وہ غصہ سے آگ بگولا ہو گیا اور لوگوں کو اکٹھا کر کے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کیلئے ایک بڑا لشکر تیار کیا اور عمر وابن سعد کو اس کو سپہ سالار متعین کیا۔

بدنصیب سپہ سالار:

ابن سعد قبل ازیں رَے (موجودہ نام تہران) کا حاکم تھا' ابتداء میں تو اس نے فرزند رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں نکلنے سے خود کو بچانے کی بڑی کوشش کی مگر جب ابن زیاد نے اس کو یہ کہا کہ یا تو حضرت امام سے لڑنے کیلئے باہر نکلو۔ یا رَے کی حکومت سے دستبردار ہو کر اپنے گھر جا بیٹھو۔ ابن سعد نے حکومت رَے کو اختیار کیا اور کوفیوں کی کثیر التعداد فوج لے کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے مقابلہ اور جنگ کرنے کیلئے چل پڑا۔ ابن زیاد پیچھے سے ابن سعد کی کمک اور امداد کیلئے متواتر اور مسلسل ایک ایک سردار کی قیادت میں کوفی فوج کے دستے روانہ کرتا رہا۔ حتیٰ کہ ابن سعد کے پاس بائیس ہزار سوار اور پیادہ فوج جمع ہو گئی۔

اہل بیت کا پانی بند کر دیا:

بائیس ہزار کے اس لشکر عظیم نے نہر فرات کے کنارے اپنا کیمپ لگا دیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کی اہل بیت اور ان کے ساتھیوں پر فرات سے پانی لینے میں رکاوٹ بن گئے (اس طریقہ سے اہل بیت رسول کا پانی بند کر دیا) ابن سعد کی قیادت میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے میدان میں آنے والی اس یزیدی فوج میں اکثریت ان ہی کوفیوں کی تھی، جنہوں نے آپ کو خط لکھے تھے اور امام مسلم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر آپ کی بیعت بھی کی تھی۔

جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو پورا یقین ہو گیا کہ اب یہ لوگ میرے ساتھ جنگ کرنے اور لڑنے کی ٹھان چکے ہیں تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو اپنے لشکر کے ارد گرد ایک خندق نما کھائی کھودنے کا حکم دیا اور اس کا صرف ایک طرف دروازہ رکھا، جہاں سے نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا جا سکے۔

حق و باطل کا خونچکاں معرکہ:

(جب دسویں محرم کا سورج طلوع ہوا) تو ابن سعد کا لشکر جنگ کے لئے (گھوڑوں پر) سوار ہوا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو گھیرے میں لے کر ان پر یکبارگی حملہ کر کے لڑائی کا آغاز کر دیا۔ حضرت امام کے اہل بیت کے نوجوان اور ساتھی بھی دادِ شجاعت دیتے ہوئے یکے بعد دیگرے شہادت پانے لگے۔ حتیٰ کہ جب آپ کے پچاس سے زائد جوانمرد ساتھی شہید ہو گئے۔

حُرّ بارگاہِ حسینی میں:

تو اس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے نہایت اندوہناک آواز میں یہ صدا دی کہ:

أَمَا مِنْ مُغِيثٍ يُغِيثُنَا لِوَجْهِ اللهِ أَمَا مِنْ ذَآبٍّ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: ہے کوئی مددگار اللہ کیلئے ہماری مدد کرنے والا، ہے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم پاک کو دشمنوں سے بچانے والا۔

حُرّ بن یزید ریاحی، جس کا پیچھے ذکر گزر چکا ہے، نے حضرت امام عالی مقام کی اس دلدوز پکار کو سنا تو فوراً بے تابانہ انداز میں گھوڑے پر سوار یزیدی فوج سے نکل کر حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور عرض کی اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی وہ پہلا شخص ہوں، جس نے آپ کے مقابلہ میں آنے کی جرأت اور گستاخی کی تھی۔ اب میں آپ کے غلاموں میں شامل ہو گیا ہوں۔ مجھے حکم دیجئے تاکہ میں آپ کی حمایت اور نصرت میں لڑتے ہوئے اپنی جان قربان کر دوں۔ شاید اس طرح کل قیامت کے روز مجھے آپ کے نانا کی شفاعت نصیب ہو جائے اور میری یہ جانثاری میرے گذشتہ گناہ کا کفارہ بن جائے۔

حُرّ کی فداکاری:

اس کے بعد حُرّ، ابن سعد کے لشکر پر ٹوٹ پڑا اور ان دشمنان اہل بیت

سے بڑی بہادری سے لڑتا رہا‘ یہاں تک کہ اس مردِ حق نے راہِ خدا میں اپنی جان قربان کردی۔ صرف ایک اپنی جان ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اس کے بھائی‘ بیٹے اور اس کے غلام نے بھی اپنی جان عزیز کا نذرانہ پیش کر کے مرتبۂ شہادت پایا۔ پھر فریقین میں انتہائی خونریز لڑائی ہوئی۔ حتیٰ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے تمام اعوان و انصار اور ساتھی جن میں آپ کے بیٹے‘ بھائی اور چچازاد بھائی سب ایک ایک کر کے شہید ہوگئے۔

تنہا است امام در صفِ اعداء:

اب صرف حضرت امام عالی مقام تنہا باقی رہ گئے تھے۔ چنانچہ آپ بذاتِ خود ہاتھ میں برہنہ تلوار لے کر دشمن کے مقابلہ کیلئے نکلے اور ان سے لڑنے لگے جو سامنے آیا آپ اس کو تہِ تیغ کرتے گئے۔ یہاں تک کہ بے شمار یزیدی مارے گئے۔ کشتوں کے پشتے لگا دیئے (بائیس ہزار دشمنوں کا مقابلہ تین دن کے بھوکے پیاسے اور پھر تنہا آپ کب تک کرتے) بالآخر زخموں سے جسم اقدس چور چور ہوگیا اور آپ بالکل نڈھال ہوگئے۔ ادھر چاروں طرف سے دشمنوں کے تیر بارش کی طرح آپ پر برسنے لگے۔

شمر ذی الجوشن شکونی نے جب دیکھا کہ اب حضرت امام میں مقابلہ اور جنگ کرنے کی سکت نہیں رہی تو وہ فوج کا ایک دستہ لے کر آگے بڑھا اور حضرت امام حسین اور خیمۂ اہل بیت کے درمیان حائل ہوگیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ

عنہ نے اس صورت حال کو دیکھ کر ان کو ڈانٹا اور فرمایا ’’اے شیطان کے چیلو! جنگ تو میری اور تمہاری ہے (بزدلو!) تمہیں کیا ہوگیا ہے‘ مستورات کے کیوں درپے آزار ہو۔ وہ تو تم سے جنگ اور مقابلہ نہیں کر رہیں۔ یہ سن کر شمر نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ مستورات کی طرف نہ جاؤ بلکہ پہلے اس شخص (حضرت امام حسین) کی طرف بڑھو۔

شہید گلگوں قباء:

چنانچہ شمر کے سپاہیوں نے تیروں اور نیزوں سے چاروں طرف سے آپ پر یکبارگی حملہ کردیا اور حضرت امام شہید ہو کر گھوڑے سے نیچے گر پڑے پھر آپ کا سرِ اقدس کاٹنے کیلئے پہلے تو نصر بن خرشہ آگے بڑھا لیکن آپ کی ہیبت سے مرعوب ہوگیا اور سر مبارک کاٹنے پر قدرت نہ پاسکا تو خولی ابن یزید گھوڑے سے اُترا اور اس ظالم نے آپ کا سر مبارک تن اقدس سے کاٹ کر جدا کیا۔

(اے کربلا کی خاک تو اس احسان کو نہ بھول
تڑپی ہے تجھ پر نعش جگر گوشۂ رسول)

دوسری روایت:

ایک دوسری روایت میں آپ کی شہادت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ زخموں سے نڈھال ہوگئے اور قوت مقابلہ بالکل جواب دے گئی۔ اس حالت میں بھی کسی کو آپ کے قریب آنے کی جرأت نہیں پڑتی

تھی، تو شمر نے اپنے سپاہیوں کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا تم پر سخت افسوس ہے تم کیا انتظار کر رہے ہو یہ شخص تو اب زخموں سے چور چور ہے مقابلہ کی ہمت نہیں رکھتا۔ شمر کے ابھارنے پر یزیدی فوج نے حضرت امام عالی مقام پر تیروں اور نیزوں کی بوچھاڑ کر دی۔ کسی ایک بد بخت ظالم کا تیر آیا جو آپ کے تالو مبارک میں پیوست ہو گیا، جس کے صدمہ سے آپ چکرا کر گھوڑے سے نیچے گر پڑے، گرتے ہی شمر نے بڑھ کر آپ کے منہ پر وار کیا اور اوپر سے سنان ابن انس نخعی نے آپ کو نیزہ گھونپ دیا (اور آپ شہید ہو گئے) پھر آپ کا سر اقدس کاٹنے کیلئے خولی بن یزید گھوڑے سے اترا لیکن حضرت امام کی ہیبت سے اس کے ہاتھ کانپ گئے۔ یہ منظر دیکھ کر اس کا بھائی شبل ابن یزید اترا تو اس نے آپ کا سر کاٹ کر اپنے بھائی خولی کو دیا۔

(شاہ است حسین، بادشاہ است حسین
دیں است حسین، دیں پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ فدائے لا الہ است حسین)

ستم بالائے ستم:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد دشمن اہلِ بیت کے خیموں میں جا گھسے اور بارہ ہاشمی بچوں اور جتنی وہاں خواتین اور حرم اہلِ بیت تھیں ان سب کو گرفتار کر کے قیدی بنا لیا۔ پھر ابن سعد اور شمر ذی الجوشن کے حکم سے

یزیدی فوجوں نے گھوڑوں پر سوار ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش مبارک کو گھوڑوں کے سموں سے روند ڈالا۔ اس کے بعد آپ کا سر اقدس بشیر بن مالک اور خولی بن یزید کے ہاتھ ابن زیاد کے پاس کوفہ بھجوا دیا۔

شہدائے اہل بیت:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کے اہل بیت میں سے درج ذیل حضرات نے جامِ شہادت نوش فرمایا:

حضرت عباس، حضرت عثمان، حضرت محمد، حضرت عبداللہ اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ پانچوں حضرت علی ابن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں (اور حضرت امام عالی مقام کے سوتیلے بھائی)

حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کے چار صاحبزادے، حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، حضرت عمر اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہم۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے اپنے دو لختِ جگر ایک تو حضرت علی اکبر ہیں جو اپنے والد بزرگوار کے سامنے ہی دشمنوں سے بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے اور دوسرے حضرت عبداللہ (ان کا مشہور نام علی اصغر ہے) انہوں نے میدان کربلا میں شیر خوارگی میں ہی شہادت پائی۔ یہ اپنے والد بزرگوار کی گود میں تھے کہ اچانک کسی ظالم کا تیر آگا اس ننھے شہید نے باپ کے ہاتھوں میں ہی تڑپ کر جان دے دی۔

اس کے علاوہ آپ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن جعفر کے دو صاحبزادوں حضرت محمد اور حضرت عون رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کے ہمراہ راہِ حق میں جان دے کر مرتبہ شہادت پایا۔

بوقتِ شہادت حضرت امام کی عمر شریف:

آپ نے یوم عاشورہ یعنی محرم کی دسویں تاریخ (بروز جمعہ) ۶۱ھ میں شہادت پائی۔ اس وقت آپ کی عمر شریف چھپن (۵۶) سال پانچ ماہ اور پانچ دن تھی۔ (رضی اللہ عنہ)

سرِ امام نیزے کی نوک پر:

ابن زیاد بدنہاد نے حکم دیا کہ حضرت امام کے سر مبارک کو کوفہ کے گلی کوچوں میں پھیرا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پھر اس نے شمر ذی الجوشن کی نگرانی میں سر اقدس کو دوسرے شہیدوں کے سروں اور اسیران اہل بیت کے ساتھ یزید کے پاس بھیج دیا۔ یزید اس وقت اپنے دارالحکومت دمشق میں تھا۔ وہاں سے پھر اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اہل بیت اور آپ کے سر مبارک کو حضرت امام زین العابدین علی ابن حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ کر دیا۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ٥

ہم سب اللہ کے ہی ہیں اور ہم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

آپ کی شہادت کے متعلق احادیث و روایات

نبی اکرم ﷺ نے شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کے اس ہولناک واقعہ کے متعلق جن احادیث میں بذریعہ وحی حضرت جبرائیل علیہ السلام یا دیگر فرشتوں کے واسطہ سے خبر دی ہے۔ وہ احادیث مشہور و معروف اور متواتر ہیں۔ ان احادیث و روایات سے ایک یہ ہے جس کو ابن سعد اور امام طبرانی نے نقل کیا ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَخْبَرَنِیْ جِبْرِیْلُ اَنَّ ابْنِیَ الْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بَعْدِیْ بِاَرْضِ الطَّفِّ وَجَآءَنِیْ بِهٰذِهِ التُّرْبَةِ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّهَا مَضْجَعُهٗ۔

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے حضرت جبرائیل نے آکر بتایا کہ میرا بیٹا حسین میرے بعد طف (کربلا) کی زمین پر شہید کر دیا جائے گا۔ جبرائیل نے مجھے اس مقام کی یہ مٹی لا کر دی اور بتایا کہ یہ زمین حسین کا مقتل بنے گی"۔

دوسری حدیث:

اس حدیث کو امام ابوداؤد اور امام حاکم نے حضرت اُمِّ فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے آپ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَتَانِي جِبْرِيلُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ أُمَّتِي سَتَقْتُلُ ابْنِي هٰذَا يَعْنِي الْحُسَيْنَ وَأَتَانِي بِتُرْبَةٍ مِنْ تُرْبَتِهِ حَمْرَاءَ۔

ترجمہ: ”میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور مجھے یہ خبر دی کہ میری اُمت عنقریب میرے اس بیٹے حسین کو شہید کر دے گی اور جبرائیل نے مجھے اس جگہ (مقام شہادت) کی تھوڑی سی سرخ رنگ مٹی بھی لا کر دی“۔

تیسری حدیث:

وَاَخْرَجَ اَحْمَدُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ دَخَلَ عَلَيَّ الْبَيْتَ مَلَكٌ لَمْ يَدْخُلْ عَلَيَّ قَبْلَهَا فَقَالَ لِي إِنَّ ابْنَكَ هٰذَا يَعْنِي حُسَيْنًا مَقْتُولٌ وَإِنْ شِئْتَ أَرَيْتُكَ مِنْ تُرْبَةِ الْأَرْضِ الَّتِي يُقْتَلُ بِهَا فَأَخْرَجَ تُرْبَةً حَمْرَاءَ۔

ترجمہ: امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”میرے گھر میں ایک فرشتہ آیا جو اس سے پہلے کبھی میرے پاس نہیں آیا تھا اس نے مجھے بتایا کہ آپ کا یہ بیٹا حسین شہید کر دیا جائے گا اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس جگہ کی مٹی دکھا دوں جہاں ان کو شہید کیا جائے گا پھر اس فرشتہ نے مجھے حسین کی شہادت گاہ کی تھوڑی سی سرخ رنگ مٹی نکال کر دکھائی“۔

چوتھی حدیث:

حضرت امام محی السنۃ بغوی اپنی کتاب ''معجم'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ بارش کے فرشتہ نے اللہ تعالیٰ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے اجازت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اجازت عطا فرمادی وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر رونق افروز تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے اُمّ سلمہ! دروازے کا اچھی طرح خیال رکھنا' کوئی اندر نہ آنے پائے۔ چنانچہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا دروازے پر نگہبانی فرمارہی تھیں کہ اتنے میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آئے اور زبردستی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر چلے گئے اور آپ کے اوپر کھیلنے کودنے لگے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی گود میں لے کر چومنے اور پیار کرنے لگے یہ منظر دیکھ کر اس فرشتہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:

اَتُحِبُّهٗ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ اِنَّ اُمَّتَكَ سَتَقْتُلُهٗ وَاِنْ شِئْتَ اُرِيْكَ الْمَكَانَ الَّذِيْ يُقْتَلُ بِهٖ، فَاَرَاهُ فَجَآءَ بِسَهْلَةٍ اَوْ تُرَابٍ اَحْمَرَ فَاَخَذَتْهُ اُمُّ سَلَمَةَ فَجَعَلَتْهُ فِيْ ثَوْبِهَا۔

ترجمہ: حضور! کیا آپ ان سے محبت رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں' میں ان سے محبت رکھتا ہوں۔ فرشتے نے عرض کی انہیں تو آپ کی اُمت عنقریب

شہید کردے گی اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھادوں جہاں ان کو شہید کیا جائے گا۔ اس کے بعد اس نے آپ کو ایک باریک سرخ رنگ مٹی دکھائی' حضرت اُمّ سلمہ نے وہ مٹی لے کر اپنے ایک کپڑے میں محفوظ رکھ لی۔

پانچویں حدیث:

حضرت ثابت کہتے ہیں کہ ہم برملا کہا کرتے تھے کہ وہ مٹی میدان کربلا کی ہے۔ اس روایت کو امام ابوحاتم نے اپنی کتاب ''صحیح'' میں بھی نقل کیا ہے اور ابن احمد نے اپنی کتاب ''زیادۃ المسند'' میں اس روایت کو اس طرح نقل کیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

ثُمَّ نَاوَلَنِيْ كَفًّا مِنْ تُرَابٍ اَحْمَرَ۔

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

پھر اس فرشتہ نے مجھے مٹھی بھر سرخ رنگ کی مٹی دی۔

چھٹی حدیث:

امام حاکم اور امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ حضرت اُمّ فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک دن حضرت امام حسین کو اُٹھائے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حضرت امام کو آپ کی گود میں رکھ دیا۔ پھر کچھ دیر بعد اچانک میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ میرے دریافت کرنے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اُمَّتِیْ تَقْتُلُ اِبْنِیْ هٰذَا وَ اَتَانِیْ بِتُرْبَةٍ مِنْ تُرْبَتِهٖ حَمْرَآءَ۔

ترجمہ: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے آکر خبر دی ہے کہ میری اُمت میرے اس بیٹے (حسین) کو شہید کر دے گی اور جبرئیل علیہ السلام نے مجھے اس جگہ کی سرخ رنگ مٹی بھی لا کر دی ہے۔

ساتویں حدیث:

اسحاق ابن راہویہ امام بیہقی اور ابو نعیم اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِضْطَجَعَ ذَاتَ يَوْمٍ فَاسْتَيْقَظَ وَ هُوَ حَاسِرٌ وَفِيْ يَدِهٖ تُرْبَةٌ حَمْرَآءُ يُقَلِّبُهَا قُلْتُ مَا هٰذِهِ التُّرْبَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ جِبْرَئِيْلُ اَنَّ هٰذَا يَعْنِی الْحُسَيْنَ يُقْتَلُ بِاَرْضِ الْعِرَاقِ وَهٰذِهٖ تُرْبَتُهَا۔

ترجمہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز آرام فرما رہے تھے کہ آپ فوراً جاگ اُٹھے اور آپ انتہائی غمگین اور پریشان تھے۔ آپ کے دست مبارک (ہاتھ) میں تھوڑی سی سرخ رنگ مٹی تھی، جسے آپ اُلٹ پلٹ رہے تھے، میں نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ مٹی کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا ''مجھے جبرائیل علیہ السلام نے یہ خبر دی ہے کہ یہ (میرا بیٹا) حسین عراق کی زمین پر شہید کیا جائے گا اور یہ اس مقام شہادت (کربلا) کی مٹی ہے۔

آٹھویں حدیث:

امام بیہقی اور ابو نعیم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بارش برسانے والے فرشتے نے اللہ تعالیٰ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینے کی اجازت طلب کی تو اس کو اجازت مل گئی (اور وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا) اتنے میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائے اور آکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک پر چڑھنے لگے۔

اس فرشتے نے پوچھا کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، فرشتے نے عرض کی انہیں تو آپ کی اُمت شہید کر دے گی اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھا دوں، جہاں ان کو شہید کیا جائے گا۔ پھر اس نے زمین پر ہاتھ مارا اور آپ کو سرخ رنگ کی تھوڑی سی مٹی دکھائی۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ مٹی لے کر اپنے ایک کپڑے میں باندھ کر محفوظ رکھ لی۔

حدیث کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم یہ بات لوگوں سے اکثر سنتے تھے یعنی یہ مشہور تھا کہ حضرت امام حسین کربلا میں شہید ہوں گے۔

نویں حدیث:

امام ابو نعیم اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں۔ آپ بیان فرماتی ہیں کہ حضرت حسن اور حسین میرے گھر میں کھیل رہے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوئے اور عرض کی:

يَا مُحَمَّدُ اَنَّ اُمَّتَكَ تَقْتُلُ اِبْنَكَ هٰذَا مِنْ بَعْدِكَ وَاَوْمٰى اِلَى الْحُسَيْنِ وَاَتَاهُ بِتُرْبَةٍ فَشَمَّهَا ثُمَّ قَالَ رِيْحُ كَرْبٍ وَّبَلَاءٍ وَقَالَ يَا اُمَّ سَلَمَةَ اِذَا تَحَوَّلَتْ هٰذِهِ التُّرْبَةُ دَمًا فَاعْلَمِيْ اَنَّ اِبْنِيْ قَدْ قُتِلَ فَجَعَلَتْهَا فِيْ قَارُوْرَةٍ۔

ترجمہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے بعد آپ کی اُمت آپ کے اس بیٹے کو شہید کر دے گی اور ہاتھ سے حضرت حسین کی طرف اشارہ کیا اور پھر آپ کی خدمت میں تھوڑی سی مٹی پیش کی، جس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سونگھ کر فرمایا "اس مٹی سے رنج ومصیبت کی بو آتی ہے"۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا "اے اُمّ سلمہ! جب یہ مٹی خون بن جائے تو اس وقت جان لینا کہ میرے بیٹے کو شہید کر دیا گیا ہے"۔

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے وہ مٹی لے کر ایک بوتل میں محفوظ رکھ لی۔

دسویں حدیث:

امام ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ابن عمر ابن حسن رضی اللہ تعالی عنہم کا بیان ہے کہ ہم کربلا میں نہر فرات پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھے۔ حضرت امام حسین نے شمر ذی الجوشن کو دیکھ کر فرمایا:

صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ - قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى كَلْبٍ اَبْقَعَ يَلِغُ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ -

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک ابلق رنگ کا کتا میرے اہل بیت کے خون میں منہ مار رہا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قاتل اہل بیت کو ابلق رنگ یعنی سفید داغ والا قرار دیا ہے۔ آپ کے ارشاد کے مطابق قاتل امام شمر ذی الجوشن کے جسم پر کوڑھ برص کی بیماری کے باعث سفید داغ تھے۔

گیارھویں حدیث:

ابن سکن اور امام محی السنہ بغوی نے کتاب ”الصحابہ“ میں اور ابونعیم نے طریق بخیم کے مطابق نقل کیا ہے کہ حضرت انس ابن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ ابْنِيْ هٰذَا يُقْتَلُ بِاَرْضٍ يُقَالُ لَهَا كَرْبَلَاءُ فَمَنْ يَشْهَدُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَنْصُرْهُ -

ترجمہ: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میرا یہ بیٹا (حسین) جس جگہ شہید کیا جائے گا اس کا نام کربلا ہے۔ لہٰذا جو شخص تم میں سے اس وقت وہاں موجود ہو وہ ان کی مدد کرے۔

حضرت انس ابن حارث رضی اللہ عنہ معرکہ کربلا میں حاضر ہوئے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا۔

بارہویں حدیث:

امام بیہقی حضرت ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

''حضرت امام حسین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے' آپ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دولت کدہ میں جلوہ افروز تھے اور حضرت جبرائیل امین بھی حضور کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت جبرائیل امین نے عرض کی یارسول اللہ! عنقریب آپ کی اُمت ان کو شہید کردے گی اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ بتادوں' جہاں ان کو شہید کیا جائے گا پھر جبرائیل علیہ السلام نے ہاتھ سے عراق کی جانب ''طف'' کی طرف اشارہ کیا اور اس جگہ کی سرخ رنگ مٹی بھی اُٹھا کر آپ کو دکھائی''۔

امام بیہقی نے یہی حدیث ایک دوسرے طریق کے ساتھ حضرت ابوسلمہ سے اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے موصولاً بھی روایت کی ہے۔

تیرہویں حدیث:

امام بیہقی' امام شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ کو بتایا گیا کہ حضرت امام حسین (مکہ مکرمہ) سے عراق روانہ ہوگئے ہیں۔ آپ ان کے پیچھے چل پڑے اور ربذہ سے دو میل ادھر ہی ان سے جا ملے' ملاقات کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر نے حضرت امام عالی مقام سے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَیَّرَ نَبِیَّہٗ بَیْنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ فَاخْتَارَ الْاٰخِرَۃَ وَلَمْ یُرِدِ الدُّنْیَا وَاِنَّکُمْ بِضْعَۃٌ مِّنْہُ وَاللّٰہِ لَا یَلِیْھَا اَحَدٌ مِّنْکُمْ اَبَدًا وَمَا صَرَفَھَا اللّٰہُ عَنْکُمْ اِلَّا الَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ فَارْجِعُوْا فَاَبٰی فَاعْتَنَقَہٗ اِبْنُ عُمَرَ وَقَالَ اَسْتَوْدِعُکَ اللّٰہَ تَعَالٰی مِنْ قَتِیْلٍ۔

ترجمہ: اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا و آخرت میں سے کسی ایک کو پسند کرنے کا اختیار دیا تھا اور آپ نے آخرت کو پسند فرمایا اور دنیا کو پسند نہ کیا اور اے (امام حسین) تم بھی ان ہی کے لخت جگر ہو' بخدا تم میں سے کسی کو یہ دنیا نہیں ملے گی اور اللہ تعالیٰ نے تمہاری بہتری کیلئے ہی دُنیا کو تم سے دور رکھا ہے۔ اس لئے تم واپس چلو (لیکن حضرت امام نے آپ کا مشورہ قبول نہ فرمایا) اور واپس جانے سے انکار کردیا۔ تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو گلے لگا کر فرمایا:

اے شہیدِ حق! میں تجھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔

چودھویں روایت:

امام حاکم روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

"ہمیں اس بات میں قطعاً کوئی شک نہیں تھا حالانکہ اہل بیت رسول بھی بکثرت موجود تھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ طف یعنی کربلا میں شہادت پائیں گے"۔

پندرھویں روایت:

امام ابونعیم، یحیٰ حضرمی سے روایت نقل کرتے ہیں۔ یحیٰ حضرمی کا بیان ہے کہ:

"میں جنگ صفین کے سفر میں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ تھا، جب آپ نینویٰ (کربلا) کے برابر پہنچے تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا:

صَبْرًا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ بِشَطِّ الْفُرَاتِ قُلْتُ مَاذَا، قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ جِبْرَائِيْلُ اَنَّ الْحُسَيْنَ يُقْتَلُ بِشَطِّ الْفُرَاتِ وَ اَرَانِيْ قَبْضَةً مِّنْ تُرْبَتِهٖ۔

ترجمہ: اے ابوعبداللہ حسین! فرات کے کنارے صبر کرنا میں نے عرض کیا، کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا کہ جبرائیل امین علیہ السلام نے مجھے بتایا ہے کہ حسین کو نہر فرات کے کنارے شہید کیا جائے گا اور جبرائیل نے مجھے اس جگہ کی مٹھی بھر مٹی بھی دکھائی۔

سولہویں روایت:

ابونعیم اصبغ بن بنانہ سے نقل کرتے ہیں ان کا بیان ہے کہ ہم ایک بار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ اس جگہ آئے جہاں آج حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے تو آپ نے فرمایا:

هٰهُنَا مُنَاخُ رِكَابِهِمْ وَمَوْضِعُ رِحَالِهِمْ وَمُهْرَاقُ دِمَائِهِمْ فِتْيَةٌ مِّنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْتَلُوْنَ بِهٰذِهِ الْعَرْصَةِ تَبْكِيْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ۔

ترجمہ: یہاں شہداء کربلا کے اونٹ باندھے جائیں گے۔ اس جگہ ان کے کجاوے رکھے ہوں گے اور اس جگہ ان کا خون بہے گا۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک کی ایک جماعت اس میدان میں شہید کی جائے گی اور ان کے غم میں ان پر زمین و آسمان روئیں گے۔

ستر ھویں روایت:

امام حاکم، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ:

اَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ قَتَلْتُ بِیَحْیَ ابْنِ زَکَرِیَّا سَبْعِیْنَ اَلْفًا وَاِنِّیْ قَاتِلٌ بِابْنِ بِنْتِكَ سَبْعِیْنَ اَلْفًا وَ سَبْعِیْنَ اَلْفًا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے حضرت یحییٰ ابن زکریا علیہ السلام کے (ناحق قتل کے) بدلہ میں ستر ہزار قتل کئے تھے اور اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! میں تمہارے نواسے (اہل بیت اور ان کے ۷۲ ساتھیوں کے ناحق قتل) کے بدلہ میں ایک لاکھ چالیس ہزار قتل کروں گا۔ (یعنی دوگنا زیادہ)

شہادت امام (رضی اللہ عنہ) کا اثر دلِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر

حضرت امام احمد اور امام بیہقی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں آپ کا بیان ہے کہ

"میں ایک روز دوپہر کے وقت خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا، میں نے دیکھا کہ آپ کے سر اقدس کے بال بکھرے ہوئے اور گردآلود ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں خون سے لباب بھری ہوئی ایک بوتل ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس بوتل میں یہ خون کیسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

دَمُ الْحُسَیْنِ وَاَصْحَابِہٖ لَمْ اَزَلْ اَلْتَقِطُہٗ مُنْذُ الْیَوْمِ۔ فَاُحْصِیَ ذَالِكَ الْوَقْتَ فَوَجَدْتُ قَدْ قُتِلَ ذَالِكَ الْیَوْمَ۔

ترجمہ: یہ حضرت امام حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے جو آج کے دن صبح سے میں جمع کرتا رہا ہوں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت اور دن کو یاد رکھا، بعد میں مجھے خبر ملی تو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اسی روز شہید کیا گیا۔

حضرت اُمّ سلمہ کا بیان و روایت

امام حاکم اور امام بیہقی اُمّ المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ وَعَلَى رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَالَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ۔ قَالَ شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَيْنِ اٰنِفًا۔

ترجمہ: مجھے خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی دیکھا کہ آپ کے سر اقدس اور داڑھی مبارک پر گرد و غبار پڑا ہوا ہے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! یہ کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا میں ابھی امام حسین کی شہادت گاہ کربلا میں گیا تھا۔

(رواہ الترمذی، بحوالہ مشکوٰۃ)

لہو کی فراوانی:

امام بیہقی اور ابونعیم بصرہ ازدیہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو (رات کو) آسمان سے خون کی بارش برسی۔ صبح کو ہم نے دیکھا کہ ہمارے گھڑے اور مٹکے خون سے لبریز تھے اور ہماری ہر چیز خون آلود تھی۔

حضرت امام زُہری سے امام بیہقی اور ابونعیم روایت کرتے ہیں

حضرت زہری کا بیان ہے کہ

''مجھے یہ خبر ملی ہے کہ جس روز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔ اس دن بیت المقدس میں جو پتھر بھی اُٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے تازہ اور انتہائی سرخ خون برآمد ہوتا تھا''۔

کائنات تاریک ہوگئی:

امام بیہقی، اُمّ حبان سے روایت کرتے ہیں کہ جس روز حضرت امام حسین شہید ہوئے، تین دن متواتر ہم پر اندھیرا چھایا رہا اور کوئی شخص اپنے منہ پر زعفران اور غازہ وغیرہ نہ لگا سکا بلکہ جس نے منہ پر زعفران لگایا اس کا منہ جل کر سیاہ ہوگیا۔

گوشت زہر آلود ہوگیا:

امام بیہقی، جمیل ابن مُرّہ سے روایت کرتے ہیں کہ یزیدی سپاہیوں نے لشکر امام حسین رضی اللہ عنہ کے چند اونٹ پکڑ لئے اور ان کو ذبح کر کے پکایا تو ان کا گوشت اندرائن کی طرح کڑوا ہوگیا۔ چنانچہ ان کی ایک بوٹی بھی کوئی نہ کھا سکا۔

امام بیہقی اور ابونعیم حضرت سفیان سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت سفیان بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے دادا نے بتایا کہ جس دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، میں نے دیکھا کہ ورس (ایک خوشبودار زعفران کی طرح کی بوٹی جو عورتیں چہرہ پر لگاتی ہیں) راکھ بن گئی اور گوشت کو میں نے دیکھا تو وہ

آگ کے انگارے کی طرح تھا۔

آسمان رویا:

امام بیہقی، علی ابن مسہر سے روایت کرتے ہیں، علی ابن مسہر بیان کرتے ہیں کہ میری دادی نے مجھے بتایا کہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت نوجوان لڑکی تھی۔ آپ کی شہادت کے غم میں کئی روز آسمان (خون کے آنسو) روتا رہا۔ یعنی سرخ رنگ بارش برستی رہی۔

قاتلین امام حسین کا عبرتناک انجام:

ابو نعیم بطریق سفیان روایت کرتے ہیں، سفیان روایت بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی تھے جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے شہید کرنے میں شامل تھے۔ ان میں سے ایک کا عذاب الٰہی کے باعث مقام ستر سوج کر اتنا بھاری ہو گیا تھا کہ وہ اس کو کمر کے ساتھ باندھے رکھتا تھا اور دوسرا شخص پانی سے بھرے ہوئے مشکیزے کو منہ لگا کر پی جاتا اور اس طرح دوسرا مشکیزہ بھی منہ لگا کر پی جاتا تھا مگر پھر بھی اس کی پیاس ختم نہیں ہوتی تھی۔

شہادتِ امام پر جنوں کی آہ وزاری

ابو نعیم، حبیب ابن ثابت سے روایت کرتے ہیں، حبیب کہتے ہیں کہ میں نے جنوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے غم میں روتے ہوئے سنا اور وہ نہایت غمناک آواز میں روتے ہوئے یہ شعر پڑھتے تھے:

مَسَحَ النَّبِیُّ جَبِینَهٗ   فَلَهٗ بَرِیقٌ فِی الْخُدُودِ

اَبَوَاهُ مِنْ عُلْیَا قُرَیْشٍ   وَجَدُّهٗ خَیْرُ الْجُدُودِ

ترجمہ: ان کی پیشانی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چوما کرتے تھے ان کے چہرے کی نہایت نورانی چمک ہے، ان کے ماں باپ قریش میں سر برآوردہ تھے اور ان کے نانا جان تمام کائنات سے افضل تھے۔

ابو نعیم، بطریق حبیب ابن ثابت روایت نقل کرتے ہیں کہ ام المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد کبھی جنوں کو روتے نہیں سنا، سوائے آج رات کے تو مجھے معلوم ہو گیا کہ میرے بیٹے حسین کو شہید کر دیا گیا ہے۔ میں نے اپنی خادمہ کو باہر جا کر لوگوں سے صورتحال معلوم کرنے کا کہا۔ اس نے واپس آ کر بتایا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں، جن حضرت امام کی شہادت پر روتے ہوئے یہ شعر پڑھتے تھے:

الا یا عین فابتہلی بجھد

ومن یبکی علی الشھداء بعدی

علی رھط تقودھم المنایا

الی متجبر فی ملک عھدی

ترجمہ: اے آنکھ جتنا ہو سکے رو لے اور آج کے بعد پھر شہیدوں پر کون روئے گا ان پر رو لے جنہیں موت ایک ظالم بادشاہ کے پاس کھینچ لے گئی۔

ابونعیم‘ مزیدہ ابن جابر حضرمی سے اور وہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں ان کا بیان ہے کہ میں نے خود جنوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر روتے ہوئے سنا‘ جن رو رو کر یہ شعر پڑھتے تھے:

انعی حسینا ھبلا   کان حسینا جبلا

ترجمہ: میں اشکبار آنکھوں سے امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دیتا ہوں وہ حسین جو صبر و استقامت کا ایک عظیم پہاڑ تھے۔

زندۂ جاوید حسین رضی اللہ عنہ:

امام ابن عساکر‘ منہال ابن عمر سے روایت نقل کرتے ہیں۔ منہال کا بیان ہے کہ:

انا واللہ رأیت رأس الحسین حین حمل وانا بدمشق وبین یدی الراس رجل یقراء سورۃ الکھف حتی بلغ قولہ تعالی:

ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من ایاتنا عجبا

فانطق اللہ الراس بلسان ذرب فقال اعجب من اصحاب الکھف قتلی وحملی۔

ترجمہ: اللہ کی قسم! میں نے حضرت امام حسین کے سر اقدس کو دیکھا جب یزیدی اس کو اُٹھائے لے جا رہے تھے‘ میں اس وقت دمشق میں تھا۔ آپ کے سر اقدس کے سامنے ایک آدمی سورت کہف پڑھتا جا رہا تھا‘ جب وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد اس آیت پر پہنچا:

ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من ایاتنا عجبا

ترجمہ: کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ اصحاب کہف میری قدرت کی عجیب نشانیوں میں سے تھے۔

تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے سر اقدس کو قوت گویائی عطا کی اور وہ نہایت صاف اور شستہ زبان میں بول اُٹھا۔

واعجب من اصحاب الکھف قتلی وحملی۔

ترجمہ: اصحاب کہف سے بھی زیادہ تعجب خیز واقعہ تو میرا قتل ہونا اور میرے سر کا اُٹھائے پھرنا ہے۔

عجیب واقعہ:

ابو نعیم طریق ابن لہیعہ سے اور وہ ابو قنبل سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی اور یزیدی آپ کا سر مبارک تن اقدس سے جدا کر کے شام کی طرف روانہ ہو گئے، جب وہ پہلی منزل پر پہنچ کر نبیذ (انگور اور کھجوروں کا شربت) پینے کیلئے بیٹھے تو قدرت الٰہی سے ایک آہنی قلم ظاہر ہوا، جس نے خون سے یہ عبارت لکھی:

أَتَرْجُوْ أُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا ‏ ‏ ‏ شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ

ترجمہ: کیا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل یہ اُمید رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن ان کے نانا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شفاعت فرمائیں گے؟

تمت

ترجمہ سر الشہادتین

ریاض احمد صمدانی
غُفِرَلَهٗ وَلِوَالِدَيْهِ

ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ

قاتلانِ اہل بیت
کا عبرتناک انجام

رئیس القلم:

حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ

مشیتِ ایزدی کو کربلا کے میدان میں مدارجِ کمال کی تکمیل کرانی تھی، وہ ہوگئی، جب تک محبوب کے شہزادوں اور جاں نثاروں کی لاشیں نہیں روند ڈالی گئیں، بے نیازی کی پوری شان جلوہ گر تھی، کسی نے بھی مصیبت ٹالنے کیلئے اپنے کائنات گیر اقتدار کا کوئی اختیار استعمال نہیں کیا۔ نانا جان کے اشارۂ ابرو میں کیا نہیں تھا۔ حیدر خیبر شکن کی شمشیر ذوالفقار کیا نہیں کرسکتی تھی۔ سیدہ کی آہ صبح گاہی سے کیا کچھ نہیں ہوسکتا تھا۔ آنے والا وقت سب کو معلوم تھا۔ بپا ہونے والے محشر آلام سے سب واقف تھے لیکن کسی نے کچھ نہیں کیا، دعا بھی کی تو صبر و استقلال اور ثبات و پامردی کی۔

لیکن تسلیم و وفا کی راہ طے ہوتے ہی شام کی سرزمین پر قہر الٰہی کا آتش فشاں پھوٹ پڑا۔ ایک ایک گستاخ سے مواخذہ ہوا۔ ایک ایک موذی کو سزا ملی، دمشق سے کوفہ اور کربلا تک کے سارے ستم گر لرزا دینے والی ہلاکتوں کا نشانہ بنے۔ قہر و غضب کی کڑکتی ہوئی بجلیوں سے یزیدی اقتدار کا آشیانہ جل گیا، زمین جل گئی، آبادیوں میں ہولناک وبائیں پھوٹ پڑیں۔

مختار ثقفی نام کا ایک معمولی قیدی فرطِ غضب میں پاؤں کی بیڑیاں توڑ کر نکل بھاگا اور انتقام کا نعرہ بلند کیا۔ دنیا اچانک اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئی۔

ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اس نے کوفے اور دمشق کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ قاتلانِ اہل بیت میں سے ایک ایک کو گرفتار کر کے شاہراہوں پر قتل کرایا۔

دشمنانِ اہل بیت کو جو سزا ملی وہی عبرت کیلئے کافی تھی لیکن لرز جانے کی جگہ یہ ہے کہ اس وقت سے لے کر آج تک بھرپور جذبۂ نفرت کے ساتھ نبی ﷺ کی اُمت انہیں ٹھکراتی رہی اور قیامت تک پائے حقارت سے ٹھکراتی رہے گی۔

یہ تو دنیا کا انجام ہے جو چند روزہ ہے، آخرت میں قاتلان اہل بیت کا جو ہولناک انجام ہوگا اس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ستم پیشہ یزیدیوں اور اہل بیت کے قاتلوں سے قدرت نے جو لرزہ خیز انتقام لیا اور ان کے سروں پر قہر خداوندی کی جو قیامت ٹوٹی وہ رہتی دنیا تک کیلئے تماشائے عبرت ہے۔

فرداً فرداً ہر ایک قاتل کی ہلاکت خیز سرگزشت ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

یزید ابن معاویہ کا انجام:

دمشق کے بھرے دربار میں اہل بیت کے ایک مظلوم نے یزید کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

”حسین کے خون سے جس سلطنت کی بنیاد کو تو نے پانی دیا ہے تیری اولاد بھی اس پر نہیں تھوکے گی“۔

اس جملے پر سارا دربار سناٹے میں آگیا تھا اور دلوں کی گہرائی میں یہ بات اُتر گئی تھی کہ خاندان اہل بیت رسالت کے مظلوم کی یہ آہ کبھی خالی نہیں جائے گی۔

واقعۂ کربلا کے کچھ ہی دنوں کے بعد یزید ایک ہلاکت آفریں اور انتہائی موذی مرض میں مبتلا ہو گیا۔ پیٹ کے درد اور آنتوں کے زخم کی ٹیس سے ماہی بے آب کی طرح تڑپتا رہتا تھا۔

حمص میں جب اسے اپنی موت کا یقین ہو گیا تو اپنے بڑے لڑکے معاویہ کو بستر مرگ پر بلایا اور امور سلطنت کے بارے میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ بیساختہ بیٹے کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور نہایت ذلت و حقارت کے ساتھ یہ کہتے ہوئے باپ کی پیشکش کو ٹھکرا دیا کہ جس تخت و تاج پر آلِ رسول کے خون کے دھبے ہیں۔ میں اسے ہرگز قبول نہیں کر سکتا۔ خدا اس منحوس سلطنت کی وراثت سے مجھے محروم رکھے، جس کی بنیادیں سبط رسول کے خون پر رکھی گئی ہیں''۔

یزید اپنے بیٹے کے منہ سے یہ الفاظ سن کر تڑپ گیا، بستر پہ پاؤں پٹکنے لگا۔

موت سے تین دن پہلے آنتیں سڑ گئیں، کیڑے پڑ گئے، تکلیف کی شدت سے خنزیر کی طرح چیختا تھا۔ پانی کا قطرہ حلق کے نیچے اُترنے کے بعد نشتر کی طرح چبھنے لگتا تھا، کسی حال میں اسے چین نہیں تھا۔

بالآخر پیاس کی شدت، درد کی تکلیف، اور زخموں کی ٹیس سے تڑپ تڑپ کر اس کی جان نکلی۔ لاش میں ایسی ہولناک بدبو تھی کہ قریب جانا مشکل تھا۔

اس کے کفن دفن کے بعد بنو اُمیہ کے حامیوں نے زبردستی اس کے بیٹے کو تخت پر بٹھا دیا لیکن وہ عالم وحشت میں چیختا ہوا بھاگا اور ایک کوٹھری میں گھس گیا،

جب تک زندہ رہا یا حسین کا نعرہ لگاتا رہا۔ بالآخر کچھ دنوں کے بعد وہ بھی چل بسا۔

تاریخ کی شہادتوں سے پتہ چلتا ہے کہ بنو عباس کے زمانے میں جب یزید کی قبر کھودی گئی تو اس کی ہڈیاں جل کر سیاہ ہو گئی تھیں۔ اس واقعہ سے عالم برزخ کے حالات پر تھوڑی سی روشنی پڑتی ہے۔

ابن زیاد کا انجام:

امام مسلم اور ان کے یتیم بچوں کی شہادت سے لے کر کربلا کے معرکۂ خوں ریز تک ظلم و شقاوت کی یہ ساری داستان جس کی سرکردگی میں مرتب ہوئی ہے۔ اس قاتل کا نام ابن زیاد ہے۔ یزید کے ہلاکت خیز منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کا الزام اسی بدبخت کی گردن پر ہے۔

مختار ثقفی کی بے اماں تلوار کوفے کی حکومت پر قبضہ کرتے ہی قاتلان اہل بیت کے خون سے اپنی پیاس بجھانے کیلئے بے نیام ہو گئی۔

ہائے رے خونِ ناحق کی حشر انگیزی! کل تک جس کوفے کی آبادی میں آلِ رسول کو پناہ دینا ناقابل معافی جرم تھا، آج اسی کی گلیوں میں مختار ثقفی کا منادی یہ اعلان کر رہا تھا کہ اہل بیت کے قاتلوں پر شہر پناہ کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے جو بھی آلِ رسول کے دشمنوں کو اپنے گھر میں پناہ دے گا اُسے دہکتی ہوئی آگ میں پھونک دیا جائے گا۔ رات بھر حکومت کے جاسوس اور مختار کے سپاہی چن چن کر قاتلوں کو گرفتار کرتے رہے۔ صبح کے وقت شکنجوں میں کسے ہوئے قاتلوں کا پہلا دستہ مختار

کے سامنے پیش کیا گیا۔

ان پر نظر پڑتے ہی مختار فرط غضب سے کانپ اُٹھا اور شعلہ برساتی ہوئی آواز میں کہا:

''سیہ کار درندو! جس نبی ﷺ کا تم کلمہ پڑھتے ہو انہیں کے لاڈلوں کو کربلا کی سرزمین پر تڑپا تڑپا کے تم نے شہید کیا ہے، تمہیں ذرا بھی خیال نہ آیا کہ قہر الٰہی کی تلوار آج نیام میں ہے، کل باہر بھی نکل سکتی ہے۔

خون حسین کے انتقام میں اگر میں سارے کوفے کو موت کے گھاٹ اُتار دوں جب بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جگر پارہ کے خون کے ایک قطرہ کی قیمت ادا نہیں ہو سکتی۔

آخرت کے عذاب سے پہلے آج دنیا ہی میں تم اپنے کرتوت کا مزہ چکھنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔

نابکار قیدیوں نے کانپتے ہوئے عذر پیش کیا کہ ہم ابن سعد اور ابن زیاد کے حکم سے مجبور تھے۔ اس پر مختار نے چیختے ہوئے کہا اور ہم بے گناہ شہزادوں کے خون ناحق کا انتقام لینے کیلئے خدا اور رسول کے حکم سے مجبور ہیں۔ یہ کہتے ہوئے جلاد کو حکم دیا کہ خوب تڑپا کر ان ظالموں کو قتل کرنا تا کہ اولاد بتول کی تکلیفوں کا انہیں احساس ہو سکے۔

اس کے بعد اسی طرح شام تک قاتلوں کے گرفتار دستے پیش ہوتے رہے اور کوفے کی زمین ان کے ناپاک خون سے سیراب ہوتی رہی۔

ابن زیاد کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ مختصر سا لشکر لے کر جنگل کی طرف بھاگ گیا ہے۔ یہ خبر ملتے ہی فوراً مختار ثقفی نے ابراہیم بن مالک اشتر کو ایک لشکر کے ساتھ اس کے تعاقب میں روانہ کیا۔ موصل کے قریب ابراہیم کے لشکر نے اسے پالیا۔ دونوں طرف مقابلہ ہوا۔ بالآخر ابن زیاد کو شکست ہوئی اور وہ زخمی ہو کر میدان میں گر پڑا۔ ابراہیم نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے اس کے سینے پہ چڑھ گئے اور اس سے کہا'' آج تو نے دیکھ لیا کہ خدا ظالموں سے کس طرح انتقام لیتا ہے۔ مختار ثقفی کوئی بادشاہ نہیں ہے وہ قہر الٰہی کی ایک کڑکتی ہوئی بجلی ہے جو پردۂ غیب سے نمودار ہوئی''۔

یہ کہہ کر خنجر نکالا اس کے سینے میں پیوست کر دیا۔ تڑپ تڑپ کر جب لاش ٹھنڈی ہوگئی تو سر کاٹ کر مختار کے سامنے پیش کیا۔

مقام عبرت ہے کہ کوفے کے اسی دار الخلافہ میں جہاں کل شہزادۂ رسول کا کٹا ہوا سر طشت میں رکھا گیا تھا اور ابن زیاد ہونٹوں پہ چھڑی مار رہا تھا آج اسی جگہ ابن زیاد کا سر رکھا ہوا تھا اور ساری دنیا اس کے چہرے پر لعنت برسا رہی تھی۔

عمرو ابن سعد کا انجام:

ابن سعد ہی وہ شقیٔ ازلی ہے جس کی دسوں انگلیاں آل حیدر کے خون میں ڈوبی ہوئی ہیں، جس کی کمان میں کربلا کا خوں ریز معرکہ سر ہوا اور خاندان رسالت کے لعل و جواہر خاک و خون میں آلودہ ہوئے۔ ملک رے کی حکومت کے

لالچ میں اسی ظالم نے بی بی بتول کا ہرا بھرا چمن تاراج کیا۔ کوفے میں جب قہر خداوندی کی تلوار چمکی اور باغیان رسالت کا قتل عام شروع ہوا تو یزیدی فوج کے سردار پاگل کتوں کی طرح ادھر اُدھر بھاگنے لگے لیکن مختار کے جانباز سپاہیوں نے کسی کو زندہ نہ چھوڑا۔ شمر کو تہہ خانے سے ابن سعد کو پہاڑ کی کھوہ اور خولی کو جنگل سے گرفتار کر کے لائے۔

جس وقت ابن سعد سامنے آیا تو مختار کی آنکھوں سے چنگاری برسنے لگی۔ گرجتے ہوئے کہا ''او دشمن رسول بتا تجھے کیا سزا دوں جس سے دنیائے اسلام کے کلیجوں کی وہ آگ ٹھنڈی ہو جائے جو تیرے ناپاک ہاتھوں نے کربلا میں لگائی ہے۔

ابن سعد نے جواب دیا ''میں بے گناہ ہوں واقعات کربلا کی ساری ذمہ داری یزید اور ابن زیاد پر ہے۔ میں نے صرف ان کے احکام کی تعمیل کی ہے''۔

مختار کی آنکھیں غصے سے سُرخ ہو گئیں کانپتے ہوئے کہا:

''او ننگ اسلام! سچ بتا یزید اگر تیرے خون کی اولاد کے قتل کا حکم دیتا تو کیا اس کی تعمیل کر سکتا تھا؟ یزید کے حکم کی تو نے تعمیل کی لیکن اپنے نبی کے حکم کا جنازہ نکال دیا''۔

اسی درمیان خبر ملی کہ ابن سعد کا بیٹا حفص جو کربلا میں امام عالی مقام کے خلاف اپنے باپ کی مدد کر رہا تھا وہ بھی گرفتار کر کے لایا گیا ہے۔

مختار نے حکم دیا اسے فوراً حاضر کیا جائے، جب وہ سامنے آیا تو جلاد سے کہا کہ ابن سعد کی آنکھوں کے سامنے اس کے بیٹے کا سر تن سے جدا کر۔ تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ حضرت علی اکبر اور حضرت علی اصغر کی تڑپتی ہوئی لاش دیکھ کر امام عالی مقام کے دل پر کیا گزری ہوگی۔

جلاد نے آگے بڑھ کر جونہی گردن پر تلوار چلائی ابن سعد چیخ پڑا۔ ابھی وہ اپنا سر پیٹ ہی رہا تھا کہ اشارہ پاتے ہی جلاد نے ابن سعد کی گردن بھی اُڑا دی۔

اس طرح ظلم وشقاوت کے ایک بہت عفریت کی ناپاک ہستی سے دھرتی کا بوجھ ہلکا ہوا۔

شمر کا انجام:

یہ وہی سیہ بخت ہے جس نے جگر گوشۂ رسول کی گردن پر تلوار چلائی تھی اور فاطمہ کے چاند کو خاک وخون میں ڈبویا تھا۔

ابن سعد کے قتل سے فارغ ہو کر مختار نے اسے سامنے کھڑا کیا۔ مارے خوف ودہشت کے شمر تھر تھر کانپنے لگا۔ مختار نے گرجتے ہوئے کہا: نابکار ملعون! ذرا وہ ہاتھ اُٹھا جس سے شہزادۂ کونین کی گردن پر تو نے خنجر پھیرا تھا۔

ناہنجار! تجھے ذرا بھی غیرت نہیں آئی کہ تو نے اپنے ہاتھوں سے کعبہ کی دیوار ڈھادی۔ اُونٹ اور بکری کی طرح فاطمہ کے لال کو ذبح کیا۔ افسوس! حرم کا چراغ اور عرش کی قندیل تو نے پھونکوں سے بجھادی۔

شقی القلب! تین دن کے بھوکے پیاسے نازنیں کو تہ تیغ کرتے ہوئے تجھے ذرا بھی ترس نہیں آیا۔ تیرا زندہ جسم پھونک کر اس کی راکھ ہواؤں میں اُڑا دی جائے جب بھی حسین کے خون کا بدلہ نہیں ہو سکے گا۔

سنگ دل قاتل! ذرہ ذرہ حسنین کا نعرہ بلند کر رہا ہے۔ تیرے ہاتھوں نے بحروبر میں آگ لگادی ہے' اب اسے کون بجھا سکتا ہے۔

عالم غیظ میں جونہی مختار نے تلوار اُٹھائی شمر نے گڑگڑاتے ہوئے کہا ''پیاس سے تڑپ رہا ہوں ایک گھونٹ پانی پلا دے''۔

مختار نے کہا وہ وقت یاد کر جب تیری فوج نے فرات کی لہروں پر ۲۲ ہزار تلواروں کا پہرہ بٹھا دیا تھا اور اہل بیت کے معصوم بچے اور پردہ نشین سیدانیاں تین شبانہ روز پانی کے ایک قطرے کو ترس کے رہ گئیں۔ تجھے یہاں پانی مل سکتا ہے؟ جہنم کا مائے حمیم تیرے انتظار میں ہے۔

شمر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ مختار نے اشارہ کیا اور جلاد نے آگے بڑھ کر سر تن سے جدا کر دیا۔

خولی کا انجام:

یہ وہی آتشیں نصیب ناری ہے جس نے سبط رسول کے کلیجے میں برچھا مارا تھا اور سر کو نیزے پہ چڑھا کر خوشی میں ناچتا تھا۔

مختار کے سامنے جب وہ لایا گیا تو بید کی طرح کانپ رہا تھا۔ اسے دیکھتے

ہی مختار کے غضب کی آگ بھڑک اُٹھی۔ جلاد کو حکم دیا کہ اس کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالو جب اس کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے گئے تو دونوں پاؤں کاٹنے کا حکم دیا۔ تکلیف کی شدت سے وہ زمین پر اُچھلنے لگا۔ مختار نے کہا ضبط سے کام لے' تیرے قتل کے بعد بھی تیری لگائی ہوئی آگ مسلمانوں کے سینے میں بھڑکتی رہے گی۔ یہ بھی تیرے اعمال کی کافی سزا ہے تو جس دردناک عذاب کا مستحق ہے اس کا سلسلہ تیری آخری ہچکیوں کے بعد شروع ہوگا۔

دیگر اشقیاء کا انجام:

حرملہ بن کاہل جس نابکار نے شیر خوار علی اصغر کے حلقوم پر تیر چلایا تھا اور باغ رسالت کا وہ ننھا سا پودا دم کے دم میں مرجھا گیا تھا۔

جب وہ بدبخت مختار کے سامنے لایا گیا تو کربلا کا وہ منظر یاد کر کے بلبلا اُٹھا اور جلاد کو حکم دیا کہ حرملہ کے گلے پر تیروں کی بارش کی جائے اور نزع کے وقت آخری تیر گلے کے آر پار ہو۔ اس طرح تڑپ تڑپ کر بہت دیر میں وہ واصل جہنم ہوا۔

امام عالی مقام کی شہادت کے بعد جبار بن یزید نے آپ کا عمامہ شریف بہ نیت استہزا اپنے ناپاک سر پر رکھ لیا تھا۔ اس جرم کی پاداش میں کچھ دنوں کے بعد وہ پاگل ہو گیا اور فولادی زنجیروں سے ٹکرا ٹکرا کر ذلت وخواری کی موت مرا۔

عبدالرحمٰن بن حصین نامی گستاخ نے خیمہ مبارک سے امام عالی مقام کا پیراہن شریف لوٹ کر پہنا تھا۔ اس گستاخی کی اسے یہ سزا ملی کہ وہ برص کی ناپاک

بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے گھر کا کوئی شخص اس کے قریب نہیں جاتا تھا۔ کتے کی طرح اسے دانہ و پانی دیتے تھے۔ مرتے وقت اس کا چہرہ مسخ ہو گیا تھا۔

یزیدی فوج کا ایک سپاہی اسود بن حنظلہ نے امام عالی مقام کی تلوار اپنے قبضے میں کر لی۔ اس بے ادبی کی اسے یہ سزا ملی کہ وہ جذام میں مبتلا ہو گیا۔ سارا بدن پھوٹ کر بہنے لگا۔

غرض جس نے بھی حرمت رسول کے ساتھ گستاخی کی تھی‘ سب اپنی سزا کو پہنچے۔ مرتے وقت کسی کا منہ سور کی طرح ہو گیا‘ کوئی پاگل کتے کی مانند بھونکتا پھرتا تھا۔

بہر حال واقعۂ کربلا کے بعد خدا نے اپنی شان قہاری کے جو کرشمے دکھائے‘ انہیں تفصیل دار بیان کرنے کیلئے ایک مستقل دفتر کی ضرورت ہے۔ تاہم محبوبان الٰہی کے حقوق اور ان کے مقامات کی عظمت سمجھنے کیلئے اتنے واقعات بھی بہت کافی ہیں۔ ظلم کی شاخ کبھی نہیں پنپتی‘ شقاوتوں کا سر کبھی نہیں اُونچا ہوتا‘ حق کی بے سروسامانی پر دلیر ہونے والوں کو دیر یا سویر سزا ضرور ملتی ہے۔ خدا ہمیں دل کی شقاوتوں سے محفوظ رکھے۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

آج کے دور ابتلا میں وقت کے یزیدیوں کی بربریت و سفاکی سے مسلمانوں کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے کہ خدا کی رحمتوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔

حق کا سورج زیادہ دیر تک گہن میں نہیں رہتا‘ مصائب کی شب دیجور کا پردہ بالآخر چاک ہو کر رہتا ہے۔ جہاں فطرت کی کتاب دستور کے یہ حقائق ہیں وہاں یہ حقیقت بھی ہے کہ جب تک زمین کا سینہ تپ نہیں جاتا‘ کالی گھٹاؤں کا موسم نہیں طلوع ہوتا‘ جب تک انگاروں پہ نہیں تڑپایا جاتا‘ ایمان و اسلام کا سونا نہیں نکھرتا

یہاں سکون کیلئے تڑپنا ضروری ہے اور آرزوئے وصال سے پہلے شب فراق کی قیامتوں کا خیر مقدم لازمی ہے۔ ہر کوشش کے بعد ایک انجام‘ ہر حرکت میں ایک سکون اور ہر آزمائش کے بعد ایک فیروزمند گھڑی نوشتۂ کتاب فطرت ہے۔ اس معرکۂ حیات میں ساری فیروز بختی اسی کیلئے ہے جو نبض کی آخری دھڑکن تک طوفانوں سے لڑنے کا حوصلہ رکھتا ہے اور غبارِ راہ کی طرح پامال ہو جانے کے بعد بھی اپنی ہمتوں کی شکست تسلیم نہیں کرتا۔

ویسے آدمی اگر مایوس نہ ہو تو ان دیکھی چارہ گری اور غیبی دستگیری کا یقین ماتھے کی آنکھ سے ہو سکتا ہے لیکن سارا ماتم صرف اس محرومی کا ہے کہ راہِ طلب میں قدم اُٹھانے والے خود ہی تھک کر بیٹھ جاتے ہیں۔ شمع جب تک ساکن و خاموش رہتی ہے‘ تنہا رہتی ہے‘ جہاں سُلگ جاتی ہے ہزاروں چاہنے والے اسے اپنی جھرمٹ میں لے لیتے ہیں۔ مایوس ہو کر بیٹھ رہنے والوں کیلئے گورستانوں کے

مدفن کے سوا یہاں اور کوئی جگہ نہیں۔

قاتلانِ اہل بیت کی ہلاکتوں کی یہ لرزہ خیز داستان وقت کے ان سفاکوں کیلئے تازیانۂ عبرت ہے جو اپنی اکثریت اور شاہانہ اقتدار کے غرور میں حق پرستوں کے جذبات سے کھیلتے رہتے ہیں' جشن مسرت کے ساتھ ہماری تڑپتی ہوئی لاشوں کا تماشہ دیکھتے ہیں۔ ہمارے آشیانوں سے دھواں اُٹھتا ہے تو غمگساری کے بجائے قہقہوں کا پیغام بھیجتے ہیں۔ ہمارے خون کی سرخیوں سے اپنی شراب کے ساغروں کا رنگ ناپتے ہیں۔

یقین رکھنا چاہیئے کہ

وہ سحر جلد یا بہ دیر ضرور طلوع ہوگی جبکہ آنکھوں کا خمار اشک کے قطروں کے ساتھ بہہ جائے گا۔ قہرالٰہی کی بجلیوں کی تلوار ایک دن ضرور بے نیام ہوگی۔

شہادتِ عظمیٰ ہے منتہائے نظر

سفر کربلا کے اثناء میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

''لوگو! معاملہ نے جو نازک صورت اختیار کرلی ہے' وہ تم دیکھ رہے ہو' دنیا نے اپنا رنگ بدل دیا ہے۔ اس کی تمام نیکیاں' بھلائیاں اور خوبیاں ختم ہوگئی ہیں۔ ذرا سی تلچھٹ باقی ہے۔ افسوس! آج نہ کسی کو حق کے اتباع کی پرواہ ہے اور نہ کوئی باطل سے بچنے کی سعی کرتا ہے' وقت آگیا ہے کہ مومن راہ حق میں موت کو سعادت سمجھے اور ظالموں و بدکاروں کے ساتھ زندگی بسر کرنے کو خسرانِ عظیم خیال کرے۔ میں شہادت کی موت چاہتا ہوں' ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود ایک جرم ہے''۔ (ابن جریر)

سیّدہ زینب کا استغاثہ:

شہادت کے بعد جب سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے خاک کربلا پر حضرت امام کی لاش مبارک کو دیکھا تو روتے ہوئے نانا جان کو یوں پکارا:

یَا مُحَمَّدَاہُ۔ یَا مُحَمَّدَاہُ صَلّٰی عَلَیْکَ اللّٰہُ وَمَلَکُ السَّمَآءُ۔
ھٰذَا حُسَیْنٌ بِالْعَرَاءِ۔ مُزَمَّلٌ بِالدِّمَاءِ۔ مُقَطَّعُ الْاَعْضَاءِ
یَا مُحَمَّدَاہُ وَبَنَاتُکَ سَبَایَا وَذُرِّیَّتُکَ مُقَتَّلَۃٌ تَسْفِیْ عَلَیْھَا الصَّبَاءُ

ترجمہ: یا محمداہ یا محمداہ آپ پر اللہ اور آسمانی فرشتوں کا درود ہو۔ یہ حسین بے گور و کفن پڑے ہیں خون میں لت پت اعضاء بریدہ ہیں۔ یا محمداہ' آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں' آپ کی آل کو قتل کر دیا گیا ہے' بادِ صبا اُن پر خاک ڈال رہی ہے۔ (البدایہ والنہایہ، حافظ ابن کثیر)

اُدْرِکْنِیْ یَا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ:

جب یزیدی قید میں اہل بیت کا اسیر قافلہ' کربلا سے روانہ ہوا تو عابد بیمار نے سرکار مدینہ کو امداد کیلئے پکارا۔

یَا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ اَدْرِکْ لِزَیْنِ الْعَابِدِیْنَ
مَحْبُوْسِ اَیْدِی الظَّالِمِیْنَ فِی الْمَوْکَبِ وَالْمُزْدَھَمِ

ترجمہ: اے نبی رحمۃ للعالمین! زین العابدین کی مدد کو پہنچو' اس ہجوم غم میں' ظالموں کے ہاتھ میں گرفتار ہے۔

ماہِ محرم اور عشرہ محرم

ماہ محرم اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ یہ ماہ مبارک ابتداء سے ہی عزت و حرمت والا چلا آ رہا ہے۔ اس لئے ہر زمانے میں آسمانی شریعت کے ماننے والوں نے اس کو ادب و احترام کی نظر سے دیکھا' وجہ یہ ہے کہ روز اوّل سے ہی اس ماہ مبارک میں بعض ایسے مہتمم بالشان واقعات رونما ہوتے رہے' جس کی بدولت اس کی شہرت و برکت بڑھتی گئی۔ تا آنکہ ۱۰ محرم ۶۱ھ میں ریگذارِ کربلا پر نواسۂ خاتم الانبیاء' سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر جام شہادت نوش فرما کر ماہ محرم کی عظمت و شہرت کی تکمیل فرما دی اور ہزارہا صدیوں پر مشتمل یہ داستانِ تسلیم و رضا میدانِ منیٰ سے شروع ہو کر میدانِ کربلا میں اپنی انتہاء کو پا کر داستان حرم بن گئی۔

؎ غریب و سادہ و رنگین ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسین ابتداء ہے اسماعیل

دین اسلام میں جملہ احکام شرع کا مدار قمری مہینوں (ہجری سَن) پر ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَھِلَّۃِ ط قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ط

اے محبوب نبی! لوگ آپ سے نئے چاند کے متعلق پوچھتے ہیں۔ آپ فرما دو' یہ لوگوں کیلئے وقت اور تاریخ اور حج ادا کرنے کی علامت ہے۔

(سورہ بقرہ: ۱۸۹)

بہت سے دینی و دنیاوی معاملات کا تعلق ہلال نئے چاند سے ہے' قمری مہینے کی ابتداء اور انتہاء بھی چاند سے ہوتی ہے۔ قمری مہینہ ۳۰ یا ۲۹ دن کا ہوتا ہے سال کے بارہ مہینے ہیں اور قمری سال ۳۵۵ دن کا ہوتا ہے۔

قرآن مجید سورۃ التوبہ میں ہے:

''بلاشبہ مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ ہے' جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا' ان میں سے چار مہینے عزت والے ہیں' یہی دین سیدھا ہے' سو ان عزت والے مہینوں میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو'' (۳۶)

ارشاد باری تعالیٰ: مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ''ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے بڑی عزت والے ہیں''۔

وہ کون سے ہیں؟ صحیح بخاری و مسلم میں ہے شارعِ احکامِ ربانی حضور پُرنور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''زمانہ گھوم کر اپنی اصل حالت پر آ گیا ہے' اللہ تعالیٰ نے جب آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ سال کے بارہ مہینے ہیں' اُن میں چار بڑی عزت والے مہینے ہیں' تین مہینے متواتر ہیں' ذوالقعدہ' ذوالحج اور محرم اور مضر کا رجب جو جمادی الاُخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے''

ماہِ محرم' حرمت والے مہینوں میں بہت سی خصوصیات اور امتیازات کا حامل ہے۔ بڑا اہم اسلامی اور تاریخی امتیاز یہ ہے کہ ہجری سال کا آغاز اسی سے ہوتا

ہے۔ باقاعدہ سن ہجری کا اجراء نبی اکرم ﷺ کے وصال کے پانچ سال بعد' ربیع الاول ۱۶ھ میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے فرمایا۔ (تاریخ الخلفاء)

ماہِ محرم اور خصوصاً اس کی دسویں تاریخ ''یوم عاشورہ'' کے ساتھ بہت سی مقدس یادیں وابستہ ہیں۔ تفاسیر قرآن اور احادیث کی کتابوں میں درج ان مقدس یادگاروں کا خلاصہ یہ ہے۔

زمین و آسمان کی پیدائش ماہِ محرم' یوم عاشورہ میں ہوئی۔

حضرت آدم و حوا اور حضرت ابراہیم علیہم السلام' اسی دن پیدا ہوئے۔

حضرت آدم و حوا' حضرت داؤدؑ اور قوم یونس علیہم السلام کی توبہ اسی دن قبول ہوئی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان سے نجات پا کر' اسی دن جودی پہاڑ پر ٹھہری۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی دن اپنی قوم سمیت دریائے نیل پار کیا اور فرعون اور اس کا لشکر غرق دریا ہوا۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے اسی دن شفا پائی اور حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر تشریف لائے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

حضرت ادریس اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی دن آسمان پر زندہ اُٹھائے گئے۔

اسی دن سید الشہداء امام حسین، نے میدانِ کربلا میں بہتر ساتھیوں سمیت جام شہادت نوش فرمایا۔

یوم عاشورا کی برکات:

یہ دن بے پایاں برکات کا حامل ہے۔ اس مہینہ محرم میں خصوصیت کے ساتھ، نیکی اور بھلائی کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینا چاہیئے۔ صدقہ و خیرات، ہر ماہ اور ہر وقت بڑی سعادت اور برکت والی عبادت ہے مگر ان حرمت والے مہینوں میں، حسنات کی برکات دو چند ہو جاتی ہیں۔

خصوصاً محرم شریف کی دسویں تاریخ ''عاشورہ'' کے دن صدقہ و خیرات بہت اجر و ثواب کا باعث ہے۔

بیہقی شریف میں ہے: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ وَسَّعَ عَلٰی عِیَالِہٖ فِی النَّفَقَۃِ یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَسَّعَ اللّٰہُ عَلَیْہِ سَائِرَ سَنَتِہٖ قَالَ سُفْیَانُ اِنَّا قَدْ جَرَّبْنَاہُ فَوَجَدْنَاہُ کَذَالِکَ (بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ)

''جس نے عاشورا کے دن اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے میں وسعت و کشادگی کی۔ اللہ تعالیٰ اس کو تمام سال رزق میں فراخی عطا فرمائے گا''

اس حدیث کے ایک راوی حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد عالی پر کئی بار عمل کا تجربہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں حدیث نبوی کے مطابق رزق کی فراوانی عطا فرمائی۔ غنیۃ الطالبین میں اسی حدیث کے متعلق ایک بزرگ فرماتے ہیں، میرا تو چالیس برس کا اس پر عمل کا تجربہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جیسا فرمایا ہے، ویسا ہی پایا ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

ایصالِ ثواب:

یوم عاشورا، جہاں ایک عظیم بابرکت دن ہے۔ وہیں یہ، سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور دین اسلام اور کلمہ حق کی سربلندی کیلئے، آپ کی بے مثال ایثار و قربانی کا بھی دن ہے۔ اس دن اہل ایمان، خلفاء راشدین، صحابہ کبار، اہل بیت اطہار، خصوصاً شہداء کربلا کے حضور، صدقات و خیرات کے ذریعہ سے دعا و ایصالِ ثواب کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ معتزلہ و خوارج اور ان کے موجودہ متبعین، ایصالِ ثواب کا انکار کرتے ہیں اور اس کو ''بدعت سیئہ'' قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن حکیم میں، رب کریم نے ایصالِ ثواب اور اپنے فوت شدہ مسلمان بہن بھائیوں کی بخشش و مغفرت کیلئے ''دعا کرنا'' ایمان والوں کی صفت و علامت قرار دی ہے۔ ارشاد ربانی و قرآنی ملاحظہ فرمائیں:

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِہِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ ط

"اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے وہ یہ دعا کرتے ہیں۔ ہمارے پروردگار، ہمیں بھی اور ہم سے پہلے ایمان لانے والے ہمارے بھائیوں کو بھی بخش دے"۔ (الحشر:۱۰)

علاوہ ازیں، اہلسنت و جماعت کے عقائد حقہ پر مشتمل کتاب "شرح عقائد" میں بھی یہ واضح تصریح کی گئی ہے کہ:

وفی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتهم عنهم نفع لهم خلافا للمعتزلة (شرح عقائد نسفی)

"اور زندوں کا مُردوں کیلئے دعاءِ بخشش کرنے اور ان کیلئے صدقہ وخیرات کرنے سے اُن کو فائدہ پہنچتا ہے۔ لیکن معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں"

آیئے! ذرا دیکھیں، اس ماہ مکرم میں ہادی سُبل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ مبارکہ اُمت کی کیا راہنمائی فرماتا ہے تاکہ اس ماہ کے روز وشب سنت نبوی کے مطابق گزار کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سرخرو ہوں اور ہر اس رسم وطریقہ سے اجتناب کریں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا وخوشنودی کے خلاف ہو۔

صحیح مسلم میں بارگاہ رسالت کے ذیشان صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمِ وَأَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلٰوةُ اللَّيْلِ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ماہِ رمضان کے بعد افضل روزہ اللہ کے مہینے محرم کا ہے اور فرض نماز کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے۔

یومِ عاشورہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرّٰى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلٰى غَيْرِهِ إِلَّا هٰذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَهٰذَا الشَّهْرَ يَعْنِي شَهْرَ رَمَضَانَ (متفق علیہ)

ترجمہ: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (یوم عاشورہ) دسویں محرم اور رمضان کے روزہ کے سوا اور کسی دن کے روزہ کا اس قدر اہتمام کرتے اور اس کو دوسرے پر فضیلت دیتے نہیں دیکھا۔

یہی ذی وقار راوی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں محرم کا روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی حکم دیا تو لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ! اس دن کی تو یہودی بھی تعظیم کرتے ہیں (اور روزہ رکھتے ہیں) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر میں آئندہ سال تک رہا تو ضرور نویں محرم کا بھی روزہ رکھوں گا"۔ (بخاری ومسلم)

وضاحت:

یہ سن گیارہ ہجری کے محرم کا واقعہ ہے، جس کے دو ماہ بعد ۱۲ ربیع الاوّل کو

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصال فرمایا۔ لہٰذا مسنون یہ ہے کہ نویں، دسویں محرم کا روزہ رکھا جائے۔ صرف دسویں یعنی عاشورا کا ایک ہی روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ چنانچہ حدیث مذکورہ کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا واضح ارشاد ہے:

صُوْمُوا التَّاسِعَ وَالْعَاشِرَ وَخَالِفُوا الْيَهُوْدَ۔ (المرقاۃ)

ترجمہ: نویں اور دسویں محرم کو روزہ رکھو اور یہودیوں کی مخالفت کرو۔

سال بھر کے گناہوں کی بخشش:

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ يُكَفِّرُ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: مجھے کامل اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ دسویں محرم کا روزہ رکھنے کے صلہ میں سال بھر کے پہلے گناہ معاف کر دے گا۔

صحاح ستہ کی یہ چار احادیث ماہ محرم کی شرعی حیثیت اور اس کی عظمت و برکت کا ثبوت پیش کرنے کیلئے کافی ہیں۔ ان ارشادات نبوت میں روزے کی اہمیت و فضیلت پر زور دیا گیا ہے۔ میرا مقصد ان احادیث کے تحریر کرنے کا اس ماہ میں روزہ جیسی عبادت کی ترغیب دلانا، اور دوسرا اہم مقصد، حقیقت روزہ کا بیان ہے اور وہ صبر و تقویٰ ہے۔ یعنی روزہ ایک طرف مصائب و آلام پر صبر کی تلقین کرتا ہے اور بے صبری سے روکتا ہے اور دوسری طرف تقویٰ اور خدا خوفی کے ذریعہ بندۂ مومن کو گناہ اور برائی سے بچاتا ہے کیونکہ روزے (صَوْمٌ) کا معنی ہی یہ ہے کہ ھوالامساک یعنی ہر اس قول و فعل سے خود کو روک لینا، جس کی طرف نفس مائل ہو۔

هُوَ الْإِمْسَاكُ عَمَّا تَنَازَعَ إِلَيْهِ النَّفْسُ۔

گویا شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ سے پچاس برس پہلے ہی مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو حادثۂ کربلا پر تلقین صبر فرما دی۔ اُسوۂ مصطفوی برملا اعلان فرما رہا ہے کہ اگرچہ تمہارا نفس آلِ نبی پر توڑے جانے والے مظالم و مصائب پر سیاہ پوشی، سینہ کوبی، نوحہ خوانی، تعزیہ داری اور ہائے وائے کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ لیکن خبردار! یہ سب کام سیرتِ نبوی اور اہل بیت نبوت کے اُسوۂ مبارکہ کے سراسر خلاف اور بدعت سیئہ ہیں۔ لہٰذا صبر و تقویٰ کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دو اور کوئی ایسا فعل نہ کرو جو خلاف اسلام اور خاندان نبوت کی سیرت کے منافی ہو۔

دیکھو! کربلا میں جگر گوشۂ رسول پر یزیدی مُظالم نے انتہا کر دی اور بنتِ رسول، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے یہ قیامت نما منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ننھے علی اصغر کو تڑپتے، جواں سال علی اکبر و قاسم کو خاک و خون میں غلطاں دیکھا۔ قافلہ سالارِ عشق حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پامال نعش بچشمِ سر دیکھی۔ گلشنِ رسالت اُجڑا، خاندان نبوت لٹا دیکھا۔ لیکن قربان جائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اس دُلاری پر، نہ گریبان پھاڑا، نہ سینہ پیٹا، نہ بال نوچے، نہ ہائے وائے کی۔ بلکہ صبر و رضا کی ایک ایسی مثال قائم فرمائی جو رہتی دنیا تک اُمتِ مسلمہ کی راہنمائی کرتی رہے گی۔

قرآن میں مصیبت پر صبر کرنے والوں کی تعریف

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد مقام پر مصیبت و ابتلاء کے وقت بندۂ مومن کو صبر کی تلقین فرمائی چنانچہ سورۃ البقرہ میں مصائب و آلام کو صبر و استقلال سے برداشت کرنے والوں کا ذکر خیر ان الفاظ میں فرمایا:

''اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا دو ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے، تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہِ ہدایت پر ہیں''۔

(پارہ ۲، ترجمہ اعلیٰ حضرت)

دین اسلام میں کسی کی موت پر چاہے وہ کتنا ہی معظم و محترم کیوں نہ ہو، نوحہ و ماتم، سینہ کوبی، کپڑے پھاڑنا، بال نوچنا، کالا ماتمی لباس پہننا اور جاہلیت کی طرح اظہارِ غم و حزن کرنا اور پھر ہر سال اسی طرح مجالس سوگ و ماتم برپا کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔

رافضیوں کے ہاں عشرۂ محرم میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی یاد میں ماتم اور سوگ کی مروّجہ رسومات سراسر کتاب و سنت اور اُسوۂ اہل بیت کے خلاف ہیں۔ اہل بیت کے بارہ اماموں میں سے کسی ایک امام نے بھی شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ پر نہ خود اس طرح سوگ اور ماتم کیا اور نہ ہی انہوں نے اس رسم بد کا دوسروں کو حکم دیا۔ اس بدعت سیئہ کا تو آغاز [1] ہی شہادتِ امام کے تین صدیوں بعد ۳۵۲ھ میں ہوا۔ خیر القرون میں اس کا کہیں وجود نہیں ملتا۔ (حاشیہ اگلے صفحہ ۱۲۳ پر)

اس کے برعکس امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آئمۂ اہل بیت کے اقوال سے ماتم و نوحہ (بین) سینہ کوبی، رخسار پیٹنا، بال نوچنا، کپڑے پھاڑنا، کالا ماتمی لباس پہننے اور تین دن سے زیادہ کسی کی موت پر سوگ منانے کی واضح ممانعت ثابت ہے۔ لہٰذا سطور ذیل میں احادیث نبوی اور شیعہ کتابوں سے اہل بیت کے اماموں کے آثار و اقوال سپرد قلم کئے جاتے ہیں۔ اس اُمید پر کہ شاید کوئی گم کردہ راہ ہدایت پا جائے۔

ماتم اور بین کی حرمت، احادیث مصطفیٰ سے

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے جد امجد امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعٰى بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: وہ شخص ہماری اُمت سے نہیں جس نے (کسی کی موت یا مصیبت میں) رخساروں کو پیٹا، گریبان پھاڑا، اور زمانہ جاہلیت کی طرح آواز بلند کی یعنی بین کیا۔

---

[1] ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ میں علامہ ابن کثیر ۳۵۲ھ کے احوال و واقعات میں لکھتے ہیں کہ اس سال کی دسویں محرم کو امر معز الدولہ بن بویہ ان تغلق الاسواق وان یلبس النساء المسوح من الشعر وان یخرجن فی الاسواق حاسرات عن وجوہن ینحن علی الحسین بن علی ابن ابی طالب

(البدایہ والنہایہ ابن کثیر جلد ۱۱)

ترجمہ: معز الدولہ بن بویہ نے حکم دیا کہ بازار بند رکھے جائیں اور عورتیں بالوں کے کھردرے کپڑے پہنیں اور بازاروں میں ننگے منہ حسین ابن علی پر نوحہ و بین کرتے ہوئے ان کا ماتمی جلوس نکالیں۔

ماتم کرنے والوں سے نبی کی بیزاری:

صحابی رسول حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیماری کی وجہ سے بیہوش ہو گئے تو ان کی بیوی اُمّ عبداللہ بلند آواز سے بین کرتے ہوئے رونے لگی۔ آپ اس وقت تو مرض کی شدّت سے بول نہ سکے جب ذرا افاقہ ہوا تو بیوی سے کہنے لگے کیا تو وہ حدیث بھول گئی ہے جو کئی بار میں تجھے سنا چکا ہوں کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّنْ حَلَقَ وَ صَلَقَ وَخَرَقَ ۔ (متفق علیہ عن ابی بردہ)

ترجمہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، میں اس شخص سے بیزار ہوں جس نے مصیبت میں بال نوچے، نوحہ و بین کیا اور کپڑے پھاڑے۔

عذابِ آخرت:

حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلنَّائِحَۃُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِہَا تُقَامُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَعَلَیْہَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: نوحہ و ماتم کرنے والی عورت نے اگر موت سے پہلے توبہ نہ کی تو جب وہ قیامت کے دن اُٹھے گی تو اس پر پگھلے ہوئے تانبے اور چڑے کا لباس ہوگا۔

رسولِ خدا کی لعنت:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّائِحَۃَ وَالْمُسْتَمِعَۃَ ۔ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بین اور ماتم کرنے اور (مجالس) ماتم اور نوحہ کو شوق سے دیکھنے سننے والی عورت پر لعنت بھیجی ہے۔

تین دن سے زیادہ سوگ حرام ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا یَحِلُّ لِامْرَاَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَیَالٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ اَرْبَعَۃَ اَشْہُرٍ وَّعَشْرًا ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: جو عورت اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہے اس کو جائز نہیں کہ وہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ ہاں عورت کو اپنے خاوند کی موت پر چار ماہ دس دن سوگ کرنا جائز ہے۔

وضاحت:

نوحہ ماتم اور سوگ وغیرہ عرب میں عورتوں کی رسم تھی۔ جسے بعد میں ایران کے شیعہ مردوں نے اپنا لیا۔ پھر وہاں سے یہ رسمِ بد برصغیر پاک و ہند کے شیعہ مردوں نے بھی اختیار کی اور اسے رواج دیا۔

مسئلہ:

کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا حرام ہے۔ ہاں عورت کو اپنے شوہر کی موت پر چار ماہ دس دن سوگ کرنا جائز ہے یعنی ان دنوں میں عورت زیب و زینت اچھا لباس، کنگھی پٹی سرمہ وغیرہ استعمال نہ کرے۔

سوگ کا معنی:

کسی کی موت پر ترک زینت یعنی اچھا لباس، خوشبو وغیرہ استعمال نہ کرنا، اور خوشی مسرت کے کام چھوڑ دینا اور اظہارِ غم و حزن کرنا سوگ کہلاتا ہے۔

حرمتِ ماتم آئمہ اہل بیت کے ارشادات سے

امیر المومنین حضرت علی ابن ابوطالب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النِّيَاحَةِ وَالْاِسْتِمَاعِ اِلَيْهَا۔

(من لایحضرہ الفقیہ ج۴)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ ماتم کرنے اور نوحہ و ماتم کی مجلسوں میں نوحہ سننے کیلئے جانے سے منع فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کو وصیت

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت اپنی بیٹی حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

چوں من بمیرم روئے خود برائے من مخراش و گیسوئے خود را پریشان مکن و واویلا مگو و بر من نوحہ مکن، و نوحہ گراں را مطلب، و صبر پیشہ کن۔

(حیات القلوب، جلد دوم)

ترجمہ: بیٹی! جب میں وفات پا جاؤں تو میری وفات پر چہرہ نہ پیٹنا، سر کے بال نہ بکھیرنا، ہائے وائے نہ کرنا، اور مجھ پر نوحہ و ماتم نہ کرنا، اور نوحہ گروں کو بھی نہ بلانا، بلکہ صبر کرنا۔

سوگ صرف تین دن ہے:

فقہ جعفریہ کے بانی، اور اہل بیت کے چھٹے امام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَّحِدَّ اَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا الْمَرْاَةَ عَلٰى زَوْجِهَا حَتّٰى تَنْقَضِىَ عِدَّتُهَا۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ج۱)

ترجمہ: کسی (مسلمان) کو کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں۔ سوائے عورت کے کہ وہ عدت کے ختم ہونے تک اپنے خاوند کی موت پر سوگ کر سکتی ہے۔

کالا لباس:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کالی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

لَا تُصَلِّ فِيْهَا، لِاَنَّهَا لِبَاسُ اَهْلِ النَّارِ وَقَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْمَا عَلَّمَ بِهٖ لَا تَلْبَسُوا السَّوَادَ فَاِنَّهٗ لِبَاسُ فِرْعَوْنَ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ ج۲)

ترجمہ: کالی ٹوپی پہن کر نماز نہ پڑھو کیونکہ یہ دوزخیوں کا لباس ہے اور حضرت امیر المومنین نے اپنے دوستوں کو فرمایا کالا لباس مت پہنو کیونکہ یہ فرعون کا لباس ہے۔

ضروری وضاحت:

اہلسنت و جماعت کے نزدیک کالا لباس استعمال کرنا جائز ہے۔ ہاں سوگ اور ماتم کے طور پر پہننا حرام ہے اور شیعوں کے نزدیک تو مذکورہ حوالہ کے مطابق کالا لباس پہننا مطلق حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے۔ آمین

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا تعارف:

حضرت امام جعفر صادق، جنہیں شیعہ حضرات، فقہ شیعہ اور فقہ جعفریہ کا بانی کہتے ہیں، حضرت امام زین العابدین، بن حضرت امام حسین، کے پوتے ہیں۔ اہل بیت اطہار کے مشہور بارہ اماموں میں، آپ کی چھٹی شخصیت ہے۔ آپ کی والدہ کا نام حضرت اُم فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق ہے، یعنی اُم فروہ حضرت ابوبکر صدیق کی پرپوتی ہیں۔ اُم فروہ کی والدہ حضرت اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق ہیں، جو حضرت ابوبکر صدیق کی پوتی ہیں۔ خلیفہ اوّل امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ اِسی دوہری نسبت مادری کے باعث کہ آپ کا نانا حضرت ابوبکر صدیق کا پوتا اور نانی بھی آپ کی پوتی ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بطور فخر فرمایا کرتے تھے۔ وَلَدَنِىْ اَبُوْبَكْرٍ مَرَّتَيْنِ مجھے حضرت ابوبکر صدیق نے دوبارہ جنم دیا ہے۔

غور کیجئے:

صحابہ کرام اور اہل بیت نبی اور اولاد علی، آپس میں کس طرح شیر وشکر

ہیں۔ خصوصاً حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا خلیفہ اوّل امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ کتنا گہرا اور کتنا عظیم تعلق و رشتہ ہے۔ شیعہ حضرات' نے جو صحابہ' کرام اور اہل بیت عظام کے درمیان بغض و عداوت کے واقعات بنائے ہوئے ہیں' وہ سب بے بنیاد اور کذب و افتراء ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ' ماہ ربیع الاوّل ۸۲ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور ۱۵ رجب ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار پاک جنت البقیع میں قبہ اہل بیت میں ہے۔ (شواہد النبوت)

آپ کی تاریخ وصال ۲۲ رجب جو لوگوں میں مشہور ہے وہ غلط ہے۔

حضرت امام حسین کی حضرت زینب کو تلقین صبر:

حضرت امام زین العابدین ابن حسین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس رات کی صبح میرے والد بزرگوار نے شہادت پائی' اسی رات کا ذکر ہے میں بیمار تھا' پھوپھی زینب میری تیمارداری میں مصروف تھیں۔ اتنے میں امام حسین رضی اللہ عنہ چند اشعار پڑھتے اندر آئے' جنہیں سن کر میں سمجھ گیا کہ صورتحال کیا رُخ اختیار کر گئی ہے اور میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے لیکن صبر کیا۔ میری پھوپھی برداشت نہ کر سکیں۔ جزع فزع اور روتے چلاتے ہوئے بیہوش ہو کر گر پڑیں۔ انہیں ہوش میں لایا گیا پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو یہ وصیت فرمائی:

يَا أُخْتَاهُ! تَعَزِّي بِعَزَاءِ اللهِ فَإِنَّ لِي وَلِكُلِّ مُسْلِمٍ اُسْوَةٌ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (تاریخ یعقوبی ج۲)

ترجمہ: بہن! اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق طریقہ تعزیت اختیار کرو۔ کیونکہ میرے اور ہر مسلمان کیلئے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں بہترین نمونہ ہے۔

ناظرین کرام:

غور فرمایئے خاندان نبوت کے سامنے ہر وقت اسوۂ محمدی رہتا ہے۔

چاروں طرف سے مصائب وآلام نے آگھیرا ہے۔ راہِ حق میں سب کچھ قربان کرنے کیلئے چشم براہ ہیں۔ بہن نے ذرا بے قراری کا مظاہرہ کیا فوراً پکار اُٹھے بہن! اُسوۂ نبوی ہمارے لئے اور ہر مسلمان کے لئے قابل اتباع نمونہ ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور ان کے اسوۂ مبارکہ کو اپناؤ' خاندان نبوت کا یہی طریقۂ تعزیت ہے کہ ہاتھ اور زبان سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جو ہمارے نانا کی شریعت کے خلاف ہے۔

اہل بیت کی محبت وعقیدت کا دعویٰ کرنے والوں میں آج کوئی ایسا ہے جس کا قول وفعل امام حسین اور اہل بیت نبوت کے اسوۂ حسنہ کے ساتھ ذرا بھر بھی مطابقت رکھتا ہو۔

طوفانِ نوح لانے سے اے چشم فائدہ؟
دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

یزید

اپنے کردار کے آئینے میں

واقعات کربلا اور خاندان نبوت پر ڈھائے جانے والے مصائب اور لرزہ خیز یزیدی مظالم کی تفصیل پڑھ کر ہر شخص کے ذہن میں یہ سوال اُبھرتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا گھرانہ ریگزار کربلا' میں کس مقصد کی خاطر قربان کیا؟

ان سوالات کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ خاندان نبوت نے کربلا میں یہ مظالم سلطان جابر کے سامنے کلمۂ حق کہنے کی پاداش میں سہے۔ لیکن اس کا تفصیلی جواب پانے کیلئے یزید کا حدود اربعہ اور اس کے کردار کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ ذیل میں چند ایک مستند حوالوں سے یزید اور اس کے کردار کا مختصر خاکہ پیش خدمت ہے۔

شہزادۂ رسول' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک یزید منصب حکومت کے اہل نہیں تھا بلکہ یزید احکام الٰہی کی واضح خلاف ورزی کرنے والا' اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال اور اس کے حلال کو حرام قرار دینے والا شخص تھا' رحمٰن کی نافرمانی اور شیطان کی فرمانبرداری کرنے والا تھا' جس نے اُمت مسلمہ میں فساد برپا کر کے حدود الٰہی کو معطل کر دیا تھا اور اس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر یزید کو اس کی من مانیوں سے روکنے کی ذمہ داری سب سے زیادہ عائد ہوتی تھی۔

یزید اور اس کے کردار کی جابرانہ اور مستبدانہ حکومت کا یہ وہ نقشہ ہے جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے خود بیان فرمایا ہے' جب آپ عازم کوفہ ہوئے تو کوفہ سے دو

منزل ادھر ہی ابن زیاد کے حکم سے شامی جرنیل حُر ایک ہزار مسلح یزیدی فوج لے کر مقابل آیا' جس کے باعث آپ کو کوفہ کی راہ چھوڑ کر عراق کا راستہ اختیار کرنا پڑا۔ میدان کربلا کا رُخ کرتے وقت آپ نے ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا' جس میں حضرت امام نے یزیدی کردار کی پوری پوری نشاندہی فرمادی' چنانچہ آپ نے ایک ہزار مسلح کوفیوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا "اے لوگو! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

مَنْ رَاٰی سُلْطَانًا جَابِرًا مُسْتَحِلًّا لِحُرُمِ اللّٰهِ نَاكِثًا لِعَهْدِ اللّٰهِ مُخَالِفًا لِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَعْمَلُ فِيْ عِبَادِ اللّٰهِ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ فَلَمْ يُغَيِّرْ مَا عَلَيْهِ بِفِعْلٍ وَلَا قَوْلٍ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّدْخِلَهٗ مَدْخَلَهٗ اَلَا وَاِنَّ هٰؤُلَاءِ قَدْ لَزِمُوْا طَاعَةَ الشَّيْطَانِ وَتَرَكُوْا طَاعَةَ الرَّحْمٰنِ وَاَظْهَرُوا الْفَسَادَ وَعَطَّلُوا الْحُدُوْدَ وَاسْتَاْثَرُوْا بِالْفَيْءِ وَاَحَلُّوْا حَرَامَ اللّٰهِ وَحَرَّمُوْا حَلَالَهٗ وَاَنَا اَحَقُّ مَنْ غَيَّرَ۔ (کامل ابن اثیر ج ۴)

ترجمہ: "جو شخص کسی ظالم حاکم کو دیکھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال قرار دے رہا ہے اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑ رہا ہے اور رسولِ خدا کی سنت کی مخالفت کر رہا ہے۔ اللہ کے بندوں پر ظلم و زیادتی کر رہا ہے تو وہ شخص اپنے قول و فعل کے ساتھ اس ظالم حاکم کی ان بداعمالیوں کو نہ مٹائے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے ٹھکانے (دوزخ) میں داخل کرے گا"۔

اے کوفہ والو سنو! ان یزیدیوں نے شیطان کی اطاعت اپنا لی ہے اور خدائے رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے۔ اُمت میں فساد برپا کیا ہے۔ اسلامی حدود اور قوانین کو معطل کر دیا ہے۔ یہ مالِ غنیمت اور بیت المال کا روپیہ خود کھا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال اور اس کے حلال کو حرام ٹھہرا رہے ہیں۔ اس لئے میں ان کی بداعمالیوں اور من مانیوں کو مٹانے کا سب سے زیادہ حق دار ہوں"۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جیسا امام اہل بیت جس نے آغوشِ نبوت میں آنکھ کھولی ہو جو اس گھرانے میں پروان چڑھا ہو جس میں قرآن اترا ہو' جہاں سے رشد و ہدایت کا سرچشمہ پھوٹا ہو' یزید ایسے فاسق و فاجر حکمران کے ناپاک ہاتھ میں بیعت کیلئے اپنا ہاتھ کب دے سکتا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنا سر دے دیا مگر یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دیا۔ خواجۂ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

اگر خدانخواستہ آپ یزید کے بارے ذرا بھی نرمی سے کام لیتے تو قیامت تک آپ کا یہ طرزِ عمل اُمت کیلئے سند بن جاتا۔ اس لئے حضرت امام عالی مقام نے سر کٹوا دیا لیکن فاسق و فاجر اور ظالم حاکم کے سامنے جھکایا نہیں۔

کرتی ہے پیش اب بھی شہادت حسین کی
آزادی حیات کا یہ سرمدی اصول

چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

(ظفر علی خاں)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک اسلامی ریاست کے سربراہ کی شخصیت کن صفات کی حامل ہونی چاہیے۔ خود ان ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے، جب کوفیوں کے خطوط پے در پے آپ کی خدمت میں آنے لگے تو آپ نے ان میں سے ایک خط کے جواب میں حاکمِ وقت کی جو تعریف لکھی وہ کتب سیر میں محفوظ ہے۔ اس خط کے مندرجات کے آخر میں آپ لکھتے ہیں:

فَلَعَمْرِیْ مَا الْاِمَامُ اِلَّا الْعَامِلُ بِالْکِتَابِ وَالْقَائِمُ بِالْقِسْطِ وَالدَّائِنُ بِدِیْنِ الْحَقِّ۔

(کامل ابن اثیر ج۴)

"مجھے اپنی جان عزیز کی قسم، حاکم وہی ہو سکتا ہے جو کتاب اللہ پر عمل کرنے والا، عدل و انصاف قائم کرنے والا اور دین حق پر کاربند رہنے والا ہو"۔

شہزادہ کونین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے کردار کا جو آئینہ دکھایا ہے اس سے یزید کی پوری تصویر کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ اس کے باوجود متعدد ثقہ مؤرخین اور علماء اُمت نے بھی یزید کی تاریک زندگی کے ہر گوشہ پر روشنی ڈالی ہے۔ تا کہ یزید کی یزیدیت اور شیطنت کسی سے اوجھل نہ رہے۔ چنانچہ ابو الفداء حافظ ابن کثیر نے اپنی شہرہ آفاق تاریخ البدایہ والنہایہ میں یزید کے فسق و فجور کی ایک طویل فہرست نقل کی ہے، جس کے چند جملے ہدیہ ناظرین ہیں۔

کَانَ قَدِ اشْتَهَرَ بِالْمَعَازِفِ وَشُرْبِ الْخَمْرِ وَالْغِنَآءِ وَالصَّیْدِ وَاتِّخَاذِ الْغِلْمَانِ وَالْقِیَانِ وَالْکِلَابِ وَالنِّطَاحِ بَیْنَ الْکِبَاشِ وَالدُّبَابِ وَالْقِرَدِ وَمَا مِنْ یَوْمٍ اِلَّا یُصْبِحُ فِیْهِ مَخْمُوْرًا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ثامن)

"کہ یزید کے متعلق یہ روایت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ وہ ساز و راگ کا دلدادہ، شرابی، سرود و نغمہ کا شیدائی، شکار کھیلنے کا شائق، خوبرو لڑکوں، اور نوعمر حسین و جمیل گانے والی لونڈیاں اور شکاری کتوں کا شوقین تھا اور وہ سینگ والے مینڈھوں سانڈھوں اور بندروں کے درمیان لڑائی اور مقابلہ کراتا رہتا تھا، سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ہر صبح شراب کے نشہ میں مدہوش اُٹھتا تھا"۔

یہ ہے یزید اپنے کردار کے آئینے میں

اللہ تعالیٰ ہمیں کتاب و سنت صحابہ کرام اور آئمہ اہل بیت عظام کی اتباع اور عقائد اہلسنت پر ثابت قدمی نصیب فرمائے۔ آمین

بجاہ امام الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام الی یوم الدین

ریاض احمد صمدانی

غُفِرَلَہٗ وَلِوَالِدَیْہِ

پنجتن پہ لاکھوں سلام

حضرت محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء

مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام	شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند	اس دلِ افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

سایۂ مصطفٰے مایۂ اِصطفاء	عز و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام
یعنی اس افضل الخلق بعد الرسول	ثانیٔ اِثنینِ ہجرت پہ لاکھوں سلام

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

وہ عُمر جن کے اعدا پہ شیدا سقر	اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
ترجمانِ نبی ، ہمزبانِ نبی	جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

دُرِّ منثورِ قرآن کی سلک بہی	زوجِ دو نورِ عفت پہ لاکھوں سلام
یعنی عثمان صاحبِ قمیصِ ہُدیٰ	حلّہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

مُرتضیٰ شیرِ حق ، اَشجعُ الاَشجعین	ساقیٔ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام
شیرِ شمشیرزن شاہِ خیبر شکن	پرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

پارہ ہائے صحف غنچہائے قُدس	اِہلِ بیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری اُمت پہ لاکھوں سلام

مؤلف کی دیگر تالیفات

ذکر خاتم الانبیاء

رسول خدا ﷺ کی **63** سالہ مکی و مدنی حیاتِ مبارکہ از میلاد تا وصال پاک، ماہ و سال کے آئینہ میں حضور ﷺ کے آباؤ اجداد، ازواج و اولاد اور بنات مطہرات کا نہایت دلنشین و حسین تذکرہ، اپنے پیارے نبی ﷺ کی سیرت طیبہ اور حیاتِ مبارکہ سے باخبر ہونا ہر امتی کا فرض اوّلین ہے۔ اس مختصر مگر جامع کتاب میں حضور کی ساری تاریخ حیات کا خلاصہ درج ہے جس کو پڑھ کر آپ کی حیات مبارکہ کے نورانی جلوے آنکھوں میں سما جاتے ہیں۔

مولائے کل

صحاح ستہ کی منتخب چالیس احادیث نبوی،
کمالات مصطفےٰ پر ایک لاجواب کتاب
یعنی کمالاتِ رسول بزبانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ریاض العارفین

مقبولانِ حق کا حسین تذکرہ قرآن وسنت کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی ان کی مقدس زندگی، سادہ مگر دل میں اتر جانے والی ان کی باتیں، اللہ ورسول کے عشق ومحبت سے لبریز، ان کے جذبات وحالات، بھٹکے ہوئے کاروانِ انسانیت کے لئے مشعلِ راہ ہیں چالیس سے زائد اولیاء کاملین کے احوال وتعلیمات پر مشتمل یہ کتاب۔

سنتِ خلیل

قربانی کے مسائل واحکام اور قربانی
کے فضائل وفلسفہ پر مختصر رسالہ

احکامِ جمعہ وعیدین

نماز جمعہ وعیدین اور پنجگانہ جماعت کے
مسائل وفضائل اور احکام پر ایک مُدلل پیشکش

مسائل الصیام

ماہِ رمضان المبارک کے اہم مسائل وفضائل،
اعتکاف نماز تراویح لیلۃ القدر صدقۂ فطر اور عید الفطر
کے مسائل واحکام پر مشتمل ایک مدلل رسالہ

حیاتِ محی الدین غزنوی

۱۳۲۲ھ // ۱۳۹۵ھ

سلطان المشائخ حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی ثم نیروی قدس سرہ السامی گذشتہ صدی ہجری کی وہ نابغہ روزگار شخصیت ہیں جنہوں نے عمر بھر درس توحید ورسالت دیا' عشق نبوی کے جام لٹائے' ہزاروں گم کردہ راہ کو جادہ حق پر چلادیا' صدہا جرائم پیشہ افراد کو اپنی خداداد نگاہ ولایت سے پاکیزہ زندگی بخشی اور خدا فراموش عناصر کو باخدا بنایا۔

آپ غزنی سے تشریف لائے' بارہ سال اپنے مرشد پاک خواجہ محمد قاسم موہڑوی قدسرہ العزیز کے زیر سایہ ریاضت ومجاہدہ کیا اور پھران ہی کے حکم سے وادی کشمیر میں چالیس برس شمع تبلیغ وارشاد فروزاں رکھی جس کی روشنی میں آج بھی ہزاروں گم گشتہ' شاہراہ ہدایت پر گامزن ہیں۔

زیر نظر کتاب ''حیات محی الدین غزنوی'' آپ کے سوانحی حالات وتبلیغ وارشاد پر ایک جامع دستاویز ہے۔

قابلِ مطالعہ یادگار کتب آپ کے علمی ذوق کے عین مطابق

ذکرِ خاتم الانبیاء

مولائے کل

سنتِ خلیل

احکامِ جمعہ وعیدین

مسائل الصیام

بیانُ الارکان

ریاض العارفین

حیاتِ محی الدین غزنوی